مؤلف

ڈاکٹر حمید اللہ

ایم۔ اے، پی ایچ ڈی

استاذ الحدیث والفقہ ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور پنجاب

مجید بک ڈپو

اردو بازار، لاہور بھوانہ بازار فیصل آباد

اصولِ حدیث

مؤلف

ڈاکٹر حمید اللہ

ایم۔اے، پی ایچ ڈی

استاذ الحدیث و التفسیر ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور، پنجاب

مجید بک ڈپو

اردو بازار، لاہور — بھوانہ بازار، فیصل آباد

ایڈیشن —— 1997

بار —— اول

ناشر —— محمد یوسف مختار

مصنف —— ڈاکٹر حمید اللہ

تعداد —— 500

کمپوزر —— ندیم افکار

پرنٹرز —— زیڈ اے پرنٹرز

قیمت —— 30 روپے
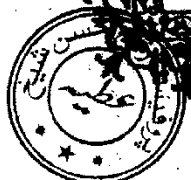
مجید بک ڈپو:- اردو بازار لاہور

بھوانہ بازار فیصل آباد
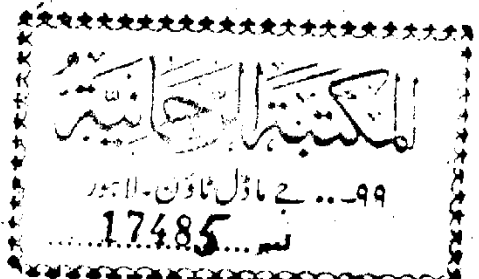
تعارف

علم اصول حدیث پر ہمارے پاس متقدمین و متاخرین علماء کی متعدد کتب موجود ہیں۔ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی "۸۵۲ھ" نے اس فن پر "شرح نخبۃ الفکر" تحریر کی۔ یہ کتاب گو مختصر ہے لیکن بہت زیادہ جامع اور مفید ہے۔ اس کی افادیت کے پیش نظر مختلف جامعات اور دینی مدارس میں شامل نصاب رہی ہے اور آج بھی ہے۔

اس کتاب کی عربی اور اردو زبان میں متعدد شروح چھپ چکی ہیں لیکن اس کے باوجود عصر حاضر کا طالب علم عموی طور پر اس سے استفادہ میں دقت محسوس کرتا ہے فاضل استاذ ڈاکٹر حمید اللہ عبدالقادر ادارہ علوم اسلامیہ میں کئی سال سے حدیث پڑھا رہے ہیں۔ انہوں نے طلبہ کی اس دقت کو محسوس کیا لہٰذا وہ "شرح نخبۃ الفکر" کے مباحث کو سادہ اور عام فہم انداز میں پیش کر رہے ہیں محترم ڈاکٹر صاحب نے اصطلاحات کی تعریف عربی اور اردو زبان دونوں میں کی ہے اور ہر اصطلاح کے ساتھ مثالیں بھی دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی کو قبول فرمائے اور قاری کے لیے اس کو زیادہ مفید بنائے۔ آمین۔

پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت

چیئرپرسن ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور۔

تقریظ

علم اصول حدیث ایک ضروری علم ہے جس کے بغیر حدیث کی معرفت ممکن نہیں۔ علماء محدثین نے علم حدیث کی خدمت میں بے مثال محنت اور دقت نظر کا مظاہرہ کیا ہے۔ متقدمین و متاخرین علماء نے یکساں طور پر اپنا اپنا حصہ ڈالا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کی کتب شرح نخبۃ الفکر مدارس و جامعات میں متداول کتاب ہے۔ عمدہ ترتیب اور اچھے اسلوب کی وجہ سے یہ بہت مقبول کتاب ہے۔ اس کی افادیت کے پیش نظر ہی ایم۔اے علوم اسلامیہ کے نصاب میں شامل کیا گیا تھا۔ شرح نخبۃ الفکر چونکہ عربی زبان میں ہے اور اس کے اردو تراجم بھی زیادہ واضح نہیں اس لیے آسان اور قابل فہم انداز میں اصول حدیث کی اصطلاحات کو بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

دور حاضر کے اساتذہ حدیث نے علوم حدیث پر سہل انداز میں کتابیں لکھی ہیں اور مزید لکھی جارہی ہیں۔

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب ادارہ علوم اسلامیہ (جامعہ پنجاب) میں حدیث کے استاذ ہیں۔ انہوں نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور اصطلاحات حدیث کو عام فہم انداز میں بیان کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اسے مرتب کرتے وقت علوم الحدیث کے تمام ماخذ کو پیش نظر رکھا ہے۔ تعریفات اور توضیحات میں مستند ماخذ سے کہیں انحراف نہیں کیا۔ ان کی توجہ اور محنت نے کتاب کو مفید بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو قبول فرمائے اور اسے طلبہ کے لیے مفید بنائے۔

پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی
استاذ ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب
ڈائریکٹر اسلامک سنٹر لاہور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یاایها الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا
(الحجرات)

فہرست مضامین

اصول حدیث کی تاریخ اور
اس موضوع پر اہم تالیفات

قرآن و سنت کی روشنی میں ہمیں تحقیق و تنقید رواۃ کا اثبات ملتا ہے جیسے اللہ کا ارشاد ہے یاایھا الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا (۱) اور ارشاد نبوی ہے۔ (نضر اللہ امرا سمع منا شیئا فبلغہ کما سمعہ فرب مبلغ اوعی من سامع (۲) مذکورہ آیت کریمہ اور حدیث پاک سے خبروں کی تحقیق و تنقید کی اہمیت و ضرورت واضح ہے انہی ارشادات کی روشنی میں مسلمانوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و آثار کو جمع کرنے میں بے مثل سرگرمی کا مظاہرہ کیا ہے آپ ﷺ کے صحابہ کرام نے اس سلسلہ میں روز اول سے احتیاط کو پیش نظر رکھا۔ حضرت ابوبکر صدیق پہلے وہ آدمی تھے جنہوں نے قبول حدیث میں احتیاط سے کام لیا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے جب کہا کہ نبی پاک ﷺ دادی کو چھٹا حصہ وراثت سے دیا کرتے تھے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تصدیق مانگی جس پر محمد بن مسلمہ نے اس کے مطابق گواہی دی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا حکم جاری کر دیا۔ (۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محدثین کے لیے جانچ پڑتال کا طریقہ وضع کیا۔ (۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی روایت بیان کرنے میں چھان پھٹک سے کام لیتے تھے۔ (۵) صحابہ کرام روایت بیان کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو پیش نظر رکھتے تھے: من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار (۶) یعنی جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کرتا ہے اسے اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لینا چاہیے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سانحہ سے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ اس دور کے بعد بدعات کا آغاز ہوا اور وضع حدیث کا سلسلہ شروع ہوا۔

اسی خطرے کو محسوس کرتے ہوئے علماء حدیث نے حفاظت حدیث کا اہتمام کیا۔ اسناد

اور راویوں کے حال پر زیادہ توجہ دی گئی۔ (۷) جرح و تعدیل کے اصول کو جنم دیا جو اصول حدیث کی اساس ہے۔

صحابہ کرام میں سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (۸) عبادہ بن الصامت (۹) اور انس رضی اللہ عنہ بن مالک (۱۰) نے رجال کے بارے میں اظہار خیال کیا۔

تابعین میں سے سعید بن المسیب (۱۱) عامر الشعبی (۱۲) اور محمد بن سیرین (۱۳) وغیرہ نے رجال کی تحقیق کے سلسلے کو آگے بڑھایا۔

دوسری صدی ہجری میں حضرت عمر بن عبدالعزیز (۱۴) کی مساعی سے تدوین حدیث کا کام شروع ہوا تو امام المحدثین محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۱۵) نے جمع احادیث اور تحقیق روایت کے سلسلے میں اصول و قواعد ضبط کیے حتیٰ کہ بعض علماء نے ان کو علم مصطلح الحدیث کا موجد قرار دیا۔

تیسری صدی ہجری تدوین علوم حدیث کے لیے سنہری دور کہلاتی ہے۔ اس دور میں علوم حدیث کی مختلف صنفیں مستقل بنیادوں پر منظم کی گئیں مثلاً علم الحدیث الصحیح علم المرسل، علم الاسماء والکنی وغیرہ علماء نے ہر موضوع پر خاص تصنیفات مرتب کیں۔

یحییٰ بن معین (۲۳۴ھ) نے تاریخ رجال (۱۶) محمد بن سعد (۲۳۰ھ) نے طبقات (۱۷) اور احمد بن حنبل (۲۴۱ھ) نے العلل اور الناسخ و المنسوخ مرتب کیں (۱۸) امام بخاری کے استاذ علی ابن المدینی (۲۳۱ھ) (۱۹) نے مختلف فنون پر سو کے قریب کتابیں تصنیف کیں۔

علوم حدیث کی تدوین میں ہر علم پر خصوصی کام ہوتا رہا لیکن اس کے مجموعے کے لیے علوم الحدیث کی اصطلاح استعمال ہوتی رہی حتیٰ کہ تمام علوم کو مخصوص مولفات میں جمع کر دیا گیا اور اسے علوم الحدیث کا نام دیا گیا۔ اس علم کو ہم مصطلح الحدیث بھی کہتے ہیں۔

مصطلح الحدیث پر بہت زیاد تصنیفات ہیں ان میں سے بعض اہم تصانیف کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ المحدث الفاصل بین الراوی والواعی

قاضی ابو محمد الرامہرمزی (۳۶۰ھ) بے گمان غالب ہے کہ علوم حدیث میں یہ

پہلی کتاب ہے۔ اس سے پہلے کی تصانیف مختلف الگ الگ بحثوں پر مشتمل ہیں یہ کتاب اپنے زمانے کی جامع ترین کتاب ہے۔

۲۔ معرفۃ علوم الحدیث

مولف ابو عبداللہ الحاکم نیساپوری (۴۰۵ھ) لیکن مولف نے اس کی تہذیب یعنی نوک پلک ٹھیک نہیں کی۔

۳۔ المستخرج علی معرفۃ علوم الحدیث

مولف ابو نعیم اصفہانی (۴۳۰ھ) انہوں نے اس کتاب میں بہت سے مسائل حل کیے اور کچھ دوسرے آنے والوں کے لیے چھوڑ دیا۔

۴۔ الکفایۃ فی معرفۃ علم الروایۃ

مولف خطیب بغدادی (۴۶۳ھ) اہل علم کے ہاں یہ کتاب مقبول و متداول رہی۔

۵۔ الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع

مولف خطیب بغدادی حدیث کے فنون میں شاید کوئی فن ایسا ہوگا جس پر خطیب بغدادی نے الگ کتاب نہ لکھی ہو لہٰذا بقول حافظ ابوبکر بن نقطہ کے جو شخص انصاف سے کام لے گا وہ اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ جتنے محدثین خطیب موصوف کے بعد ہوئے ہیں وہ سب خطیب کی کتابوں کے خوشہ چیں ہیں۔

۶۔ الالماع

مولف قاضی عیاض (۵۴۴ھ) سید احمد صقر کی تحقیق کے ساتھ یہ کتاب چھپی ہے۔

۷۔ ملا یسع المحدث جہلہ

مولف ابو حفص المیانجی (۵۸۱ھ) یہ کتاب بغداد میں چھپی ہے۔

۸۔ علوم الحدیث (معروف مقدمہ ابن الصلاح)

مولف ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمن الشہرزوری (۶۴۳ھ) اس میں بکھرے ہوئے مواد

کو جمع کردیا بہت سارے لوگوں نے اس کو منظوم کیا اور بعض نے اختصار بھی کیا۔ اس کا خلاصہ لکھا اسپر تنقیدیں کیں اور اس کی حمایت بھی کی۔

زین الدین عراقی (۸۰۵ھ) بدر الدین الزرکشی (۷۹۴ھ) اور ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) نے اس پر "نکت" لکھے۔

۹۔ تدریب الراوی

مولف امام السیوطی امام نووی کی "تقریب" کی شرح ہے۔

۱۰۔ نظم الدرر فی علم الاثر

مولف حافظ عبدالرحیم العراقی (۸۰۶ھ) "الفیہ عراقی" کے نام سے مشہور ہے۔ مقدمہ ابن الصلاح کو نظم کیا اس کی بھی متعدد شرحیں ہیں۔

۱۱۔ فتح المغیث فی شرح الفیۃ الحدیث

عبدالرحمن السخاوی (۹۰۲ھ) یہ "الفیہ عراقی" کی شرح ہے۔ بہترین کتاب ہے۔

۱۲۔ شرح نخبۃ الفکر

لابن حجر عسقلانی

۱۳۔ الیواقیت والدرر

مولف المناوی (۱۰۳۱ھ) نخبۃ الفکر کی شرح ہے۔

۱۴۔ حاشیۃ علی نزھۃ النظر

ابن قطلوبغا (۸۷۹ھ)

۱۵۔ شرح النخبۃ

شمنی (۸۷۲ھ)

ماضی قریب میں اصول حدیث پر چند کتابیں شائع ہوئی ہیں۔

۱۔ توجیہ النظر

مولف علامہ طاہر بن صالح الجزائری (۱۳۳۸ھ)

۲۔ قواعد التحدیث

مولف علامہ سید جمال الدین قاسمی (۱۳۳۲ھ)

۳۔ علوم الحدیث

مولف ڈاکٹر صبحی صالح جس کا اردو ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری نے کیا ہے۔

۴۔ اصول الحدیث

مولف ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب

۵۔ کتاب المنہج الحدیث فی علوم الحدیث

مولف محمد السماحی

۶۔ کتاب المنہج النقد فی علوم الحدیث

ڈاکٹر نور الدین عتر

۷۔ تیسیر مصطلح الحدیث

مولف ڈاکٹر محمود طحان جس کا اردو ترجمہ جناب محمد سعد صدیقی نے کیا ہے اور شعبہ تحقیق قائد اعظم لائبریری لاہور نے شائع کیا ہے۔ اس کا دوسرا ترجمہ مولانا مظفر حسین ندوی نے کیا ہے جو ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور نے شائع کیا ہے۔

۸۔ علوم الحدیث

از امام حاکمؒ جس کو ڈاکٹر معظم حسین نے مرتب کیا تھا اس کا اردو ترجمہ محمد جعفر پھلواری نے کیا ہے اور ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور نے ۱۹۷۰ء میں شائع کیا ہے۔ بہترین اور معیاری ترجمہ ہے۔

علوم الحدیث کا مختصر تعارف

۱۔ علم اسماء الرجال

اس علم میں راویوں کے حالات، پیدائش، وفات، اساتذہ، تلامذہ کی تفصیل، طلب علم کے لیے سفر اور ثقہ، غیر ثقہ ہونے کے بارے میں ماہرین علم حدیث کے فیصلے درج ہیں۔ یہ علم بہت وسیع، مفید اور دلچسپ ہے۔

اس علم میں سینکڑوں کتابیں لکھی جاچکی ہیں چند کے نام یہ ہیں۔

الف۔ تہذیب الکمال

مولف امام یوسف مزی (۷۴۲ھ) اس علم میں یہ سب سے زیادہ اہم اور مستند کتاب ہے۔

ب۔ تہذیب التہذیب

مولف حافظ ابن حجرؒ شارح بخاری۔ یہ بارہ جلدوں میں ہے۔

ج۔ تقریب التہذیب

مولف حافظ ابن حجر یہ کتاب ایک جلد میں ہے۔

د۔ تذکرۃ الحفاظ

علامہ ذہبی (۷۴۸ھ)

۲۔ علم مصطلح الحدیث (اصول حدیث)

اس علم کی روشنی میں حدیث کی صحت و ضعف کے قواعد و ضوابط معلوم ہوتے ہیں اس علم کے مختلف ادوار اور کتابوں کا ذکر بعد میں درج کروں گا انشاء اللہ۔

۳۔ علم غریب الحدیث

اس علم میں احادیث کے مشکل الفاظ کی لغوی تحقیق کی گئی ہے۔ اس میں علامہ زمخشری کی (۵۳۸ھ) "الفائق" اور ابن اثیر کی (۶۰۶ھ) "النہایہ" مشہور ہیں۔

۴۔ علم تخریج الاحادیث

اس علم کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے کہ مشہور کتب تفسیر، فقہ، تصوف و عقائد میں جو روایات درج ہیں ان کا اصل ماخذ اور سرچشمہ کیا ہے۔ مثلاً ھدایہ از برھان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی (۵۹۳ھ) اور احیاء العلوم از امام غزالی (۵۰۵ھ) میں بہت سی روایات بلاسند اور بلاحوالہ مذکور ہیں۔ اب اگر کسی کو یہ معلوم کرنا ہو کہ یہ روایات کس پایہ کی ہیں اور کون کون سی حدیث کی اہم کتابوں میں ان کا ذکر ہے تو اول الذکر کے لیے حافظ زیلعی (۷۶۲ھ) کی نصب الرایہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) کی الدرایہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور آخرالذکر کے لیے حافظ زین الدین عراقی (۸۰۶ھ) کی تالیف المغنی عن حمل الاسفار موزوں رہے گی۔

۵۔ علم الاعتبار

اس فن میں اہل علم نے مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں اور موضوع (من گھڑت) روایات کو الگ چھان دیا ہے اس بارے میں قاضی شوکانیؒ (۱۲۵۵ھ) کی الفوائد المجموعہ اور حافظ جلال الدین السیوطی (۹۱۱ھ) کی اللآلی المصنوعہ زیادہ نمایاں ہیں۔

۶۔ علم الناسخ والمنسوخ

اس فن میں امام محمدؒ بن موسیٰ حازمی (۵۸۴ھ) کی تصنیف کتاب الاعتبار زیادہ مستند اور مفید ہے۔

۷۔ علم التوفیق بین الاحادیث

اس علم میں ان روایات کی صحیح توجیہ بیان کی گئی ہے جن میں بظاہر تعارض اور ٹکراؤ معلوم ہوتا ہے۔ سب سے پہلے امام شافعیؒ (۲۰۴ھ) نے اس موضوع پر گفتگو کی ہے۔ ان کا رسالہ "مختلف الحدیث" کے نام سے مشہور ہے امام طحاوی (۳۲۱ھ) کی مشکل الآثار بھی اس فن کی مفید کتاب ہے۔

۸۔ علم المختلف والموتلف

اس علم میں خاص طور پر ان راویوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کے اپنے نام، کنیت، لقب، آباؤ و اجداد کے نام یا اساتذہ کے نام ملتے جلتے ہیں اور اس اشتباہ کی بنا پر ایک ناواقف انسان مغالطہ میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اس فن میں حافظ ابن حجر کی کتاب تبصیر المنتبہ زیادہ جامع ہے۔

۹۔ علم اطراف الحدیث

اس علم کے ذریعے معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں روایت کس کتاب میں ہے اور اس کے راوی کون کون سے ہیں۔ مثلاً آپ کو انما الاعمال بالنیات حدیث کا ایک جملہ یاد ہے آپ چاہتے ہیں کہ اس کے تمام ماخذ، روایت کے پورے الفاظ اور راوی معلوم ہو جائیں تو آپ کو اس علم کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اس عنوان پر حافظ مزی (۷۴۲ھ) کی کتاب تحفۃ الاشراف زیادہ مفصل ہے اس میں صحاح ستہ کی روایات کی پوری فہرست آگئی ہے۔ اس کتاب کی ترتیب میں حافظ یوسف مزی کے ۲۶ سال صرف ہوئے ہیں۔ اس کتاب کو ۱۳ جلدوں میں مولانا عبدالصمد الکتبی نے بمبئی سے شائع کیا ہے۔

"مفتاح کنوز السنہ" انگریزی میں شائع ہوئی تھی اس کا عربی ترجمہ مصر سے شائع ہوا ہے۔

ایک اور وسیع فہرست جس کا نام "معجم المفہرس لالفاظ الحدیث" ہے سات جلدوں میں مکمل ہو چکی ہے اس موضوع پر نہایت مفید کتاب ہے اس میں احادیث کی کتابوں میں سے صحاح ستہ کے علاوہ موطا امام مالک، سنن دارمی اور مسند احمد کی احادیث کی نشان دہی بھی کی گئی ہے۔ حدیث سے شغف رکھنے والوں کے لیے یہ فہرست بہت ہی اہم اور ضروری ہے۔

۱۰۔ فقہ الحدیث

اس علم میں احکام پر مشتمل احادیث کے اسرار اور حکمتیں بے نقاب کی گئی ہیں اس موضوع پر حافظ ابن قیم (۷۵۱ھ) کی کتاب اعلام الموقعین اور شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

ان کے علاوہ اہل علم نے زندگی کے مختلف مسائل پر الگ الگ تصانیف بھی مرتب کی ہیں۔ مثلاً مالی معاملات میں ابو عبید قاسم بن سلام (۲۲۴ھ) کی تالیف کتاب الاموال مشہور ہے۔ زمین کے مسائل عشر، خراج پر قاضی ابو یوسف کی کتاب الخراج بہترین تصنیف ہے۔

کتب احادیث کی اقسام

الجامع، السنن، المسند، المعجم، الجزء، المستخرج، المستدرک، الاربعین اور الاطراف وغیرہ ہیں۔

الجامع

جس کتاب حدیث میں تمام مباحث موجود ہوں خواہ ان کا تعلق عقائد سے ہو یا احکام سے۔ تاریخ سے ہو یا تفسیر سے۔ فتن سے ہو یا ملاحم سے یا بحث الفاظ سے (آٹھ ابواب ہوں) مثلاً الجامع الصحیح للبخاری اور جامع الترمذی۔

السنن

حدیث کی وہ کتابیں جو فقہی ابواب کے مطابق مرتب کی جائیں (یا جن میں احادیث احکام جمع کی گئی ہوں" مثلاً سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ وغیرہ۔

المسند

جس کتاب میں ہر ایک صحابی کی روایات علیحدہ علیحدہ جمع کی گئی ہوں یا کسی ایک صحابی یا کسی ایک جلیل القدر امام کی مرویات یکجا جمع کی گئی ہوں جیسے مسند احمد بن حنبل اور مسند امام شافعی۔

المعجم

معجم وہ کتاب حدیث ہے جس میں حروف تہجی کی ترتیب سے مختلف شیوخ، مختلف شہروں کے رہنے والے رواۃ اور مختلف قبائل سے تعلق رکھنے والے راویوں کی احادیث الگ الگ درج کی جاتی ہیں مثلاً امام طبرانی کی المعجم الکبیر، المعجم المتوسط، المعجم الصغیر وغیرہ۔

الجزء

حدیث کی وہ کتاب ہے جس میں کسی ایک صحابی یا ایک شیخ کی مرویات کو جمع کر دیا جائے مثلاً جزء ابی بکر یا کسی خاص موضوع پر یا ایک مسئلہ پر احادیث جمع کی گئی ہوں جیسے امام

بخاری کی جزء رفع الیدین، ابن الجوزی کی جزء فی الاخلاص وغیرہ۔

المستخرج

جس کتاب میں کسی ایک مشہور کتاب کی احادیث کو اپنی اسناد سے روایت کیا جائے اور صاحب کتاب کے ساتھ اس کے شیخ (استاد) اس سے اوپر کے درجہ میں سلسلہ روایت مل جائے جیسے مستخرج الاسماعیلی علی صحیح البخاری ابو عوانہ کی مستخرج مسلم۔

المستدرک

جس کتاب حدیث میں کسی مصنف کی ملحوظ شرائط کے مطابق ایسی صحیح احادیث جمع کی جائیں جو اس مصنف نے اپنی کتاب میں درج نہ کی ہوں جیسے مستدرک حاکم جو بخاری و مسلم کی مقرر کردہ شرائط کے مطابق ایسی احادیث کا مجموعہ ہے جنہیں ان دونوں نے روایت نہیں کیا۔

الاربعین

جس کتاب میں چالیس احادیث جمع کردی جائیں جیسے اربعین نووی۔

الاطراف

جس کتاب میں احادیث کا ایک ایک ٹکڑا نقل کر کے ان کی اسانید جمع کی گئی ہوں یا ان کے مخرجین کا ذکر کیا گیا ہو جیسے حافظ مزی کی تحفۃ الاشراف۔

محدثین کے القاب

محدث و حافظ

حافظ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ محدث اور حافظ دونوں کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جنہوں نے لفظ احادیث اور جمع احادیث کے لیے سفر کیا ہو اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے سنت کی حفاظت کا اہتمام کیا ہو (۲۰) علماء نے ان کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔

محدث وہ ہے جس نے متون احادیث اور ان کے اصول حاصل کیے متعدد کتب کا سماع

کیا اسانید علل اور اسماء الرجال کی معرفت حاصل کی۔ ابن الجزری کے مطابق محدث وہ ہے جو روایت کے لحاظ سے حامل حدیث ہو اور جسے درایت حدیث میں خوب درک حاصل ہو۔ (۲۱)

حافظ

وہ ہے جس نے مذکورہ بالا شرائط میں وسعت حاصل کرنے کے بعد احادیث کی کثیر تعداد کو حفظ کیا اور رجال کو طبقہ بہ طبقہ اس طرح محفوظ کیا ہو کہ ان کے احوال، تراجم اور ان کے شہروں کی پوری معرفت حاصل ہو۔ حافظ کا درجہ محدث سے اونچا ہے الحافظ من روی مایصل الیہ ووعی مایحتاج لدیہ (۲۲) حافظ وہ ہے جس نے اس علم کو روایت کیا جو اس تک پہنچا اور جس کی ضرورت محسوس کی اسے حفظ کیا۔
بعض متاخرین نے کہا ہے کہ حافظ وہ ہے جس نے متن و سند کے ساتھ ایک لاکھ حدیثیں حفظ کی ہوں۔ حافظ مزی نے کہا ہے کہ حافظ وہ ہے جس سے کوئی حدیث ضائع نہ ہو۔ (۲۳)

حجۃ

حجۃ کا اطلاق حافظ پر ہوتا ہے لیکن اس وقت جب اسانید و متون کے حفظ میں اسے اتقان حاصل ہو اور تمام معاملات پر گہری نظر رکھتا ہو۔ متاخرین کے ہاں حجۃ کی تعریف میں یہ شرط بیان کی گئی ہے کہ اسے تین لاکھ احادیث مع سند و متن یاد ہوں۔ (۲۴)

حاکم

اگر تمام روایات کردہ (مروی) احادیث مع سند و متن محفوظ رکھے اور جرح و تعدیل اور تاریخ کا ادراک بھی ہو تو وہ حاکم کہلائے گا۔ (۲۵) محدثین کے نزدیک حفظ کی اہمیت تیسری صدی ہجری تک ہے کیونکہ چوتھی صدی تک تخریج احادیث کا کام تقریباً مکمل ہو گیا تھا اور اس طرح اسناد کا انحصار سماع کتب پر تھا اور مدونہ کتابوں پر اعتماد بڑھ گیا تھا۔

امیر المومنین فی الحدیث

یہ لقب سب سے اونچا ہے اور اس کا مستحق وہ محدث ہے جو حفظ و اتقان، تعمق فی الحدیث اور معرفت علل میں سب سے فائق ہو حتی کہ اس کے ہم عصر تمام مسائل حدیث میں اس کی طرف رجوع کریں۔ اس لقب سے ملقب معروف محدثین میں عبدالرحمن بن عبداللہ، شعبہ بن الحجاج، سفیان الثوری، حماد بن سلمہ، عبداللہ بن المبارک، مالک بن انس، احمد بن حنبل، بخاری، مسلم اور متاخرین میں حافظ ابن حجر عسقلانی جیسے لوگ شمار ہوتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ
اور ان کی کتاب شرح نخبتہ الفکر

نام

احمد۔

کنیت

ابوالفضل۔

عرف

ابن حجر۔

پورا نام

ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن محمود بن احمد بن حجر العسقلانی۔

پیدائش

۷۷۳ھ

وفات

۸۵۲ھ

امام ابن حجر العسقلانیؒ محدث، فقیہ، حافظ اور مورخ تھے، آپ بچپن ہی میں والدین کے سائے سے محروم ہو گئے انہوں نے نو برس کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا اور تھوڑے عرصے میں فقہ، صرف اور نحو کی ابتدائی کتابوں پر عبور حاصل کر لیا۔ اس کے بعد آپ نے درج ذیل کتابیں زبانی یاد کیں۔ حدیث میں عمدۃ الاحکام مقدسی (۶۵۵ھ) اصول فقہ میں مختصر ابن الحاجب (۶۴۶ھ) اصول حدیث میں الفیہ عراقی (۸۰۶ھ) اور نحو میں ملحۃ الاعراب ابو محمد

قاسم حریری (۸۵۱ھ) مکہ معظمہ میں شیخ عفیف الدین سے بخاری کی سماعت کی ۷۸۵ھ میں حرم شریف میں نماز تراویح میں قرآن سنایا۔ تمام بلاد اسلامیہ کا سفر کیا۔ انہوں نے حدیث اور فقہ البلقینی (۸۰۵ھ)؟ ابن الملقن (۸۰۴ھ) اور عزالدین بن جماعۃ (۸۱۹ھ) سے پڑھی۔ مسلسل دس سال زین الدین العراقی سے (۸۰۰ھ) سے حدیث پڑھی۔ علم حدیث میں آپ نے بڑی محنت کی اور اس فن میں خاص طور پر بڑی شہرت حاصل کی اور تمام علوم اسلامی میں لائق وفائق ہے۔

آپ نے قاہرہ میں وفات پائی۔ خلیفہ المستکفی باللہ عباسی اور تمام عمائدین نے جنازہ کو کاندھا دیا۔ آخری وقت میں ابن حجرؒ نے فرمایا۔

قرب الرحیل الی دار الاخرہ - فاجعل الھی خیر عمری اخرہ

ترجمہ۔ "اب دیار آخرت کا سفر قریب ہے۔ اے اللہ میری عمر کا آخری حصہ سب سے بہتر کر"

شہاب منصوری شاعر کا قول ہے کہ اس کو ابن حجر کے جنازے میں شرکت کا شرف حاصل ہوا۔ جب جنازہ مصلی کے قریب لایا گیا تو بارش کا ترشح (چھینٹیں) شروع ہو گیا جس پر یہ رباعی کہی۔

قد بکت السحب علی ۔۔۔ قاضی القضاہ بالمطر
وانہدم الرکن الذی ۔۔۔ کان مشیدا من حجر

آپ کی تصانیف ڈیڑھ سو (۱۵۰) سے زائد ہیں۔ ان میں بعض اہم کتب درج ذیل ہیں۔

۱۔ فتح الباری شرح البخاری وھدی الساری مقدمہ
۲۔ تہذیب التہذیب
۳۔ تقریب التہذیب
۴۔ الدرایہ فی تخریج احادیث الھدیہ
۵۔ بلوغ المرام

۶۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ

۷۔ شرح نخبۃ الفکر

شرح نخبۃ الفکر

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ نے "نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر" کے نام پر ایک رسالہ مرتب کیا تھا اس کی شرح بھی خود انہوں نے لکھی اور اس کا نام "نزھۃ النظر" رکھا۔ اس کتاب کے بارے میں خود امام ابن حجرؒ کے بیان کے مطابق متقدمین کی متعدد کتابوں کا "عطر" ہے۔ متن اور شرح دونوں کا مجموعہ "شرح نخبۃ الفکر" کے نام کے ساتھ معروف ہے۔ بے شک یہ کتاب نخبۃ "یعنی چنیدہ اور نزھۃ "یعنی نگاہ کی تفریح کہلانے کا مستحق ہے۔

یہ نہایت جامع اور مرتب کتاب ہے۔ اس کتاب کے اندر اسلوب بہت جدید اور آسان ہے انواع حدیث کو بیان کرنے اور ان کی مختلف قسموں میں تقسیم کرنے میں بھی ان کا کوئی جواب نہیں۔ گویا کہ مولف رحمۃ اللہ نے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ اس کتاب کی افادیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے دینی مدارس، جامعات اور دیگر تعلیمی اداروں نے اس کو باقاعدہ نصاب میں شامل کر دیا ہے۔

میں نے اس کتابچہ کو ترتیب دیتے وقت "شرح نخبۃ الفکر" کو بنیادی حیثیت دی ہے علاوہ ازیں مثالوں اور دیگر توضیحات کے لیے جناب ڈاکٹر محمود طحان صاحب کی کتاب "تیسیر مصطلح الحدیث" سے بھی خوب استفادہ کیا ہے اور ساتھ ساتھ اصول حدیث کی قدیم و جدید کتابوں سے بھی خوشہ چینی کرنے سے گریز نہیں کیا گیا۔ وللہ الحمد والمنہ

اصول حدیث

علم اصول حدیث

وہ علم ہے جس کے ذریعے راوی اور متن حدیث کے احوال معلوم کیے جائیں تاکہ انہیں قبول یا رد کیا جا سکے۔

موضوع

سند یا متن پر قبولیت یا عدم قبولیت کی حیثیت سے بحث کرنا ہے۔

غرض و غایت

تمییز الصحیح من السقیم (حدیث صحیح اور مردود میں امتیاز کرنا)

اس فن کے مختلف نام

(۱) علم اصول الحدیث (۲) علوم الحدیث
(۳) مصطلح الحدیث
(۴) علم درایہ الحدیث

الحدیث

حدیث لغوی اعتبار سے قدیم کی ضد ہے۔

اصطلاح میں حدیث سے مراد وہ قول، فعل، تقریر یا وصف ہے جس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف ہو۔

الخبر

اصطلاح میں خبر وہ ہے جس کی نسبت غیر نبی کی طرف ہو۔

حدیث اور خبر کے سلسلے میں علماء کے تین اقوال ہیں۔

(۱) جمہور علماء کے نزدیک خبر و حدیث مترادف (یعنی ہم معنی) ہیں۔ سو ان کا اطلاق مرفوع، موقوف اور مقطوع پر ہوتا ہے۔

(۲) بعض کا خیال ہے جس کی نسبت نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف ہو حدیث کہلاتی ہے اور جس کی نسبت غیر کی طرف ہو خبر کہلاتی ہے اس لیے مورخ اور واقعہ نگار کو اخباری اور حدیث سے بحث کرنے والے کو محدث کہتے ہیں۔

(۳) خبر و حدیث کے مابین عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ اس اعتبار سے ہر حدیث خبر ہے لیکن ہر خبر کے لیے حدیث ہونا ضروری نہیں۔

اثر

(۱) محدثین مرفوع اور موقوف روایت کو اثر کا نام دیتے ہیں، جب کہ فقہائے خراسان موقوف کو اثر اور مرفوع کو خبر کہتے ہیں۔

(۲) خبر اور اثر کو مرادف معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اور حقنا میں بھی حاصل کلام یہ ہے کہ حدیث، خبر اور اثر مختلف معانی میں استعمال ہونے کے باوجود محدثین کے نزدیک ایک معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں یعنی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف قولاً فعلاً تقریراً یا وصفاً منسوب ہو اور اسی طرح صحابی اور تابعی کی طرف منسوب ہو۔

سند

لغت میں سند سے مراد زمین سے ابھری ہوئی جگہ، پہاڑ کی اونچی جگہ۔ اس سے مراد مطلق پناہ گاہ ہے۔

اصطلاحاً

متن تک پہنچنے کے طریق کو سند کہتے ہیں۔

سلسلتہ الرجال الموصلہ الی المتن

متن

لغت میں متن سے مراد سخت اور بلند زمین ہے اور اس کا معنی قوی بھی ہے۔

اصطلاح میں متن سے مراد

مایتنھی الیہ السند من الکلام

متن وہ ہے جس پر کلام کی سند ختم ہو۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بیان کرنے والے کے طریقے اور سلسلے کو سند کہا جاتا ہے اور بیان کرنے والے کے مقصود و مدعا کو متن کا نام دیا جاتا ہے۔

مثال

حدثنا ابوالیمان قال اخبرنا شعیب قال حدثنا ابوالزناد عن الاعرج عن ابی ھریرہ ان رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم قال: والذی نفسی بیدہ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ (۲۹)

متن کا ترجمہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میری ذات اس کے لیے اس کے والد اور بیٹے سے زیادہ محبوب نہ ہو۔

ابوالیمان سے ابوہریرہ تک کے حصے کو سند اور ان رسول اللہ قال سے اخیر تک کو متن کہا جاتا ہے۔

حدیث کے ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے اقسام (اقسام حدیث بلحاظ تعداد واسانید)

(۱) متواتر۔ (۲) احاد

متواتر

ما رواہ عدد کثیر تحیل العادہ تواطئہم علی الکذب

جس کے راوی ہر دور میں اتنے زیادہ رہے ہوں کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا عادتاً ناممکن ہو۔

متواتر کی شرائط

۱۔ راویوں کی تعداد کثیر (زیادہ) ہوں۔

۲۔ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا عادتاً محال ہو۔

۳۔ یہ کثرت ابتدا سے انتہا تک قائم رہے کسی جگہ کمی نہ ہوئی ہو۔

۴۔ خبر کا تعلق مشاہدہ یا سماع سے ہو (یعنی امر حسی ہو)

۵۔ سننے والے کو علم یقینی حاصل ہو۔

تنبیہہ

اس پانچویں شرط کو بعض نے متواتر کا ثمرہ کہا ہے۔

شروط کی تفصیلات

اولاً

کثرت رواۃ کی تعیین میں مختلف آراء ہیں جس کی تفصیل یوں ہے۔

ا۔ بعض نے شہود (گواہاں) زنا پر قیاس کرکے کم از کم چار بتائے۔

ب۔ بعض نے "لعان" پر قیاس کرکے کم از کم پانچ کی تعداد متعین کی ہے۔

ج۔ بعض کے نزدیک کم از کم دس ہوں (جمع کثرت کے کم از کم عدد کو پیش نظر رکھ کر)

د۔ بعض نے بارہ کی تعداد بتائی (وبعثنا منهم اثنی عشر نقیبا) سے استدلال کیا۔

ہ۔ بعض نے چالیس کی تعداد متعین کی ہے ان کی دلیل (حسبك الله ومن اتبعك من المومنین) ہے۔

و۔ بعض نے ستر (۷۰) کی تعداد متعین کی ہے دلیل ان کی (واختار موسی قومه سبعین رجلا) ہے۔

امام ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ کثرت کے لیے تعداد کا یہ تعین محض تکلف ہے۔ کو ہر ایک نے ایک تعداد ایک مقرر حد کو پیش نظر رکھ کر بیان کی ہے مگر اسے عموم کا درجہ نہیں دیا جاسکتا وہ تعداد جس سے علم یقینی حاصل ہو کافی ہے۔ تعداد کے بارے میں کوئی قید نہیں لگا سکتے صبحی صالح نے بھی علوم الحدیث میں اس بات کی تائید کی ہے۔

ثانیاً

خبر متواتر کا تعلق حس سے ہونا چاہیے مثلاً راوی یوں کہے۔

رایت رسول الله صلی الله علیه فعل کذا (یا)

سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم قال کذا

جس خبر کا تعلق عقل سے ہو متواتر نہیں ہو سکتی، اس لیے اس میں سوچنے اور سمجھنے

کی ضرورت ہوتی ہے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مختلف ہو سکتی ہیں جب کہ دیکھنے اور سننے میں اختلاف کی گنجائش کم ہوتی ہے۔

ثالثاً

علم کی دو قسمیں ہیں:
(۱) علم نظری (۲) علم ضروری

علم نظری

وہ علم ہے جو بذریعہ نظر حاصل ہو۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ چند امور معلومہ کو اس طرح مرتب کیا جائے کہ نامعلوم معلوم ہو جائے۔ اس استدلال سے جو علم حاصل ہوتا ہے اسے علم نظری کہتے ہیں مثلاً ہم نے یہ ثابت کرنا ہے کہ عالم حادث ہے تو اس کا نظری طریقہ یہ ہے کہ ہم کہیں گے کہ عالم متغیر ہے اور ہر متغیر حادث ہوتا ہے لہٰذا عالم حادث ہے
العالم متغیرو کل متغیر حادث فالعالم حادث

علم ضروری

وہ علم ہے جو بغیر استدلال اور غور و فکر کے حاصل ہوتا ہے اور اس سے انکار ناممکن ہوتا ہے خبر متواتر کے بارے میں اختلاف رہا ہے کہ متواتر سے مفید علم یقینی ہوتی ہے یا علم نظری۔ بعض کا خیال ہے کہ متواتر سے علم نظری حاصل ہوتا ہے مگر جمہور علماء اور ابن حجر کا یہ موقف ہے کہ خبر متواتر سے مفید علم ضروری حاصل ہوتا ہے اور علم ضروری (یقینی) ہر انسان کو حاصل ہوتا ہے جب کہ علم نظری صرف اہل علم کو حاصل ہوتا ہے۔

رابعاً

ابن الصلاح کے نزدیک متواتر نہایت قلیل الوجود ہے۔ صرف من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار (۲۷) (ترجمہ) "جس نے جان بوجھ کر میری طرف نسبت کرکے جھوٹی بات کہی وہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنائے"۔ کے متعلق دعویٰ متواتر کیا جاسکتا ہے اور بعض کے نزدیک متواتر بالکل عدم الوجود ہے مگر یہ دونوں باتیں عدم

اطلاع پر مبنی ہیں اور حدیث متواتر بکثرت موجود ہیں۔

اقسام

متواتر کی دو قسمیں ہیں۔

الف۔ متواتر لفظی

جس روایت میں الفاظ و معانی دونوں متواتر ہوں۔

ب۔ متواتر معنوی

جس میں روایت معنی (مفہوم) متواتر ہوں نہ کہ الفاظ۔

متواتر لفظی کی مثال

من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار

متواتر معنوی کی مثال

رفع الیدین عند الدعاء (دعا کے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھانا)

احادیث متواترہ کی کثیر تعداد مجموعہ احادیث میں منقول ہے مثلاً حدیث حوض، موزوں پر مسح نماز میں رفع الیدین کی حدیث۔ عذاب قبر کی احادیث حدیث سوال نکیرو منکر وغیرہ۔

لیکن احادیث متواترہ کا موازنہ خبر آحاد سے کیا جائے تو ان کی تعداد بہت کم محسوس ہوگی متواتر کی تقسیم کا ایک اور انداز:

ا۔ تواتر طبقہ

ایک دور سے دوسرے دور تک نسلاً بعد نسل پوری وسعت اور عموم کے ساتھ نقل و روایت کا سلسلہ جاری رہے۔ مثلاً قرآن مجید۔

۲۔ تواتر عملی

نماز کے اوقات، اذان اور نماز کی بنیادی حیثیت۔

۳۔ تواتر اسناد

مثلاً (من كذب علي متعمدا) الحدیث صرف صحابہ کے دور میں اس کے سو سے زیادہ راوی ہیں۔ اس طرح ختم نبوت کی روایات

۴۔ تواتر معنوی

یعنی قدر مشترک تمام روایات میں درجہ تواتر کو پہنچا ہوا ہو مثلاً معجزات نبوی۔ دعا میں ہاتھ اٹھانا۔

اسی طرح حاتم طائی کی سخاوت۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت۔ احنف کی بردباری اور ایاس کی ذہانت و فطانت وغیرہ۔

خبر آحاد (خبر واحد) کی اقسام بلحاظ عدد رواۃ

الاحاد

مالم یجمع شروط المتواتر ترجمہ :۔ جو متواتر کی شرائط پر پوری نہ اترتی ہو۔

اس کی تین قسمیں ہیں :۔

الف۔ مشہور

وهو ما رواه ثلاثة فاكثر مالم يبلغوا حد التواتر

خبر مشہور اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند یعنی سلسلہ روایت کے ہر طبقہ میں تین یا تین سے زائد راوی ہوں بشرطیکہ تین سے زائد کی تعداد حد تواتر کو نہ پہنچے۔

مثال

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء اذا لم يبق عالم اتخذ الناس رووسا جهالا فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا (۲۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس طرح علم نہ اٹھائے گا کہ لوگوں کے دلوں سے چھین لیں لیکن اس طرح اٹھائے گا کہ عالموں کو دنیا سے اٹھائے گا جب کوئی عالم نہ رہے گا تو لوگ اپنے سردار جاہلوں کو بنالیں گے اور وہ جہالت کے ساتھ فتاویٰ دیں گے وہ خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر لیں گے۔

الف۔ ایسی حدیث جو محدثین کے نزدیک مشہور ہو۔

عن انس رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قنت شهرا بعد الركوع يدعو على رعل وذكوان (۲۹)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ بھر تک رکوع کے بعد قنوت نازلہ پڑھی جس میں قبیلہ رعل وذکوان کے لیے بددعا کی گئی۔

ب۔ جو محدثین، فقہاء اور عوام میں مشہور ہو۔ مثلاً

"المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده" (۳۰)

ترجمہ: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

ج۔ جو فقہاء میں مشہور ہو۔

"ابغض الحلال الى الله الطلاق (۳۱)

ترجمہ: حلال اشیاء میں اللہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔

د۔ عوام الناس کے ہاں مشہور

"العجلة من الشيطان (۳۲)

ترجمہ: جلد بازی شیطان کی جانب سے ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا احادیث مشہور اور قابل حجت ہیں۔

مشہور مگر ناقابل حجت کی مثالیں ملاحظہ ہو۔

الف۔ من عرف نفسه فقد عرف ربه (ترجمہ) "جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا

ب۔ الباذنجان لما اكل له (۳۳)

ترجمہ: جس نیت کے ساتھ بینگن کھائے اس کی نیت پوری ہو جاتی ہے۔

المستفیض

وہ حدیث جو بکثرت بیان ہو مستفیض کہلاتی ہے بعض کے نزدیک مستفیض اور مشہور مترادف ہیں۔ بعض نے فرق کیا ہے جنہوں نے فرق کیا ہے ان کے نزدیک مستفیض وہ ہے جس میں سلسلہ رواۃ ابتداء اور انتہا میں یکساں ہو۔ مشہور میں یہ ضروری نہیں (یعنی مشہور کی نسبت یہ خاص ہے)

عزیز

وھو ما تفرد بہ اثنان ولو فی طبقۃ واحدۃ

جس کے راوی ہر دور میں دو سے کم نہ ہوں یا سلسلہ سند میں کسی طبقہ میں اس کے راوی دو سے کم نہ ہوں۔

کیا خبر صحیح کے لیے عزیز ہونا ضروری ہے؟ علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے۔

۱۔ ابو علی جبائی معتزلی کا موقف ہے کہ خبر صحیح کے لیے کم از کم عزیز کے درجے پر ہونا ضروری ہے اس کی تائید امام حاکم نے بھی علوم الحدیث میں اشارۃ کی ہے لکھتے ہیں صحیح وہ ہے جسے صحابی معلوم الاسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرے اور صحابی سے دو راوی اور پھر ہر راوی سے دو دو روایت کرتے چلے جائیں۔

۲۔ قاضی ابوبکر بن العربی نے شرح بخاری میں صراحۃ لکھا ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں شرط مذکور کا التزام کیا ہے مگر ابن العربی پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حدیث "انما الاعمال بالنیات" جو صحیح بخاری میں ہے عزیز نہیں بلکہ فرد ہے اس لیے کہ اس حدیث کو آنحضرت کو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صرف علقمہ نے روایت کیا ہے لہذا یہ حدیث عزیز نہیں ہو سکتی۔ اس پر ابن العربی نے یہ جواب دیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ کے دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے روبرو یہ حدیث بیان کی تھی اور کسی صحابی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ اس پر درج ذیل اعتراضات اٹھائے گئے۔

(الف) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خطبہ سننا اور خاموشی (سکوت) اختیار کرنا اس بات کی

دلیل نہیں کہ یہ حدیث خود صحابہ رضی اللہ عنہم نے ضرور سنی ہوگی۔

(ب) اگر یہ بات تسلیم کرلی جائے کہ اس حدیث کی روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور علقمہ دونوں کے شریک موجود ہیں مگر محمد بن ابراہیم کا جو علقمہ سے روایت کرتے ہیں اور یحییٰ بن سعید کا جو محمد سے روایت کرتے ہیں کوئی شریک نہیں۔ ابن رشید کی یہ بات بالکل درست ہے کہ ابن العربی کے دعویٰ کے خلاف پہلی ہی حدیث کافی ہے۔

(ج) ابن العربی کے برعکس ابن حبان کا دعویٰ ہے کہ کوئی حدیث صحیح ایسی نہیں جسے دو راویوں نے آخیر تک روایت کیا ہو۔ ابن حجر کا کہنا ہے کہ اگر ان کا مقصد یہ ہے کہ فقط دو راویوں نے دو راویوں سے آخیر تک روایت کیا ہو ایسی حدیث نہیں تو درست ماننا ممکن ہے مگر عزیز کی صورت جو ہم نے (ابن حجر وغیرہ) بیان کی ہے۔ وہ موجود ہے کیونکہ عزیز سے مراد وہ حدیث ہے کہ اسے کسی طبقہ میں دو سے کم راوی بیان نہ کریں مثال ملاحظہ ہو۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا يومن احدكم حتى اكون احب اليه من والده وولده والناس اجمعين

(۳۴)

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کی نظر میں اس کے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اس حدیث کے راوی انس اور ابو ھریرہ رضی اللہ عنہما ہیں۔

پھر انس سے قتادہ اور عبدالعزیز بن صہیب نے روایت کیا ہے اور قتادہ سے شعبہ اور سعید نے، عبدالعزیز سے اسماعیل بن علیہ اور عبدالوارث نے۔ پھر ہر ایک سے ایک جماعت نے روایت کی ہے۔

غریب

هو ماينفرد بروايته شخص (راو) واحد في اى موضع وقع التفرد: غریب وہ ہے جس کا راوی صرف ایک ہو۔ خواہ ہر طبقہ میں ایک ہی ہو یا کسی طبقہ میں ایک رہ گیا ہو۔

غرابت کے اعتبار سے حدیث کی دو قسمیں:

۱۔ فرد مطلق (غریب مطلق)

ھو ما کانت الغرابة فی اصل سندہ جس میں غرابت (راوی کا تفرد) سند کی اصل میں ہو یعنی صحابی والی طرف میں۔

مثال

جیسے حدیث نبوی ہے۔ الولاء لحمة کلحمة النسب، لا یباع، ولا یوھب ولا یورث (الحدیث) ولاء ایک قرابت ہے نسبی قرابت کی طرح، وہ نہ بیچی جاسکتی ہے نہ بخشش کی جاسکتی ہے اور نہ ہی میراث میں دی جاسکتی ہے۔

اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صرف عبداللہ بن دینار (تابعی) روایت کرتے ہیں پس یہ حدیث فرد مطلق ہے۔

اور حدیث "شعب الایمان" کو صرف ابو صالح نے ابو حریرۃ اور عبداللہ بن دینار نے ابو صالح سے روایت کیا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ غرابت نیچے تک تمام راویوں میں چلی جاتی ہے۔ مسند بزار اور معجم طبرانی (اوسط) میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

(نوٹ) کسی حدیث کے راوی صرف ایک صحابی ہوں تو وہ حدیث غریب نہیں کہلائے گی۔ صحابی کا تفرد معتبر نہیں۔ یہ ابن حجر کا موقف ہے۔

۲۔ فرد نسبی (غریب نسبی)

ھو ما کانت الغرابة فی اثناء سندہ جس کی سند میں صحابی سے روایت کرنے والا منفرد نہیں بلکہ اس کے بعد کا راوی منفرد ہو چاہے ایک جگہ پر چاہے زیادہ مقامات پر۔

مثال

مالک عن الزھری عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ

وسلم دخل مكته وعلى راسه المغفر (المغفرة) (۳۵) نبی پاک ﷺ جب مکہ داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سر پر خود تھا۔

اس سند میں مالک نے صرف زھری سے روایت کیا ہے۔

غریب اور فرد میں فرق

لغت کے اعتبار سے تو یہ دونوں مترادف ہیں مگر محدثین عام طور پر فرد کا لفظ "فرد مطلق" کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ فرد نسبی کے لیے لفظ "فرد" بہت کم استعمال کرتے ہیں۔ اس کے لیے زیادہ تر لفظ "غریب" استعمال کرتے ہیں۔

قوت وضعف کے اعتبار سے خبر آحاد کی قسمیں

حدیث مقبول کی اقسام

۱۔ صحیح لذاتہ ۲۔ صحیح لغیرہ ۳۔ حسن لذاتہ ۴۔ حسن لغیرہ

صحیح لذاتہ

هو ما اتصل سنده بنقل العدل الضابط عن مثله الى منتهاه من غير شذوذ ولا علته وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی عادل (ثقہ و معتبر) ہوں۔ ضابط (حدیث کی سند کو خوب محفوظ کرنے والے) ہوں اور اس کی سند متصل ہو۔ (یہ صورت ابتدا و انتہا تک ہو) اور اس میں شذوذ نہ ہو اور نہ علت پائی جائے۔

خلاصہ تعریف

"اتصال السند عدالته الرواة ضبط الرواة عدم العلته وعدم الشذوذ

عادل

باطنی تقوی والا ہو۔ کبیرہ گناہ سے بچنے والا۔ مسلمان ہو۔ عاقل ہو۔ مروت کے خلاف کام نہ کرنے والا ہو مثلاً راستے میں کھانا پینا یا برے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا وغیرہ۔

ضابط

ضبط فی الصدر (زبانی یاد رکھنا) یا ضبط فی الصدر (اچھی طرح لکھ کر محفوظ کرنا) ضبط فی الصدر زبانی یاد اس طرح رکھنا کہ جب سنانا چاہے تو سنا سکے ضبط فی السطر میں اہتمام کے ساتھ لکھنا اور لکھ کر اس مکتوب کو دست اندازی سے محفوظ بھی رکھنا۔

متصل السند

کوئی راوی درمیان سے چھوٹ نہ جائے۔ ہر راوی اپنے استاد (شیخ) سے حدیث سن کر بیان کرے۔

شاذ

ثقہ اوثق (حسن، احسن) کی مخالفت نہ کرے۔

علتہ

جس میں کوئی مخفی (پوشیدہ) علت (کمزوری) نہ پائی جائے۔ مثلاً مرفوع حدیث کو موقوفاً اور موقوف کو مرفوعاً روایت کرے۔

صحیح یا صحیح لذاتہ کی مثال

قال البخاری حدثنا عبداللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن ابن شہاب عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ وسلم قرأ فی المغرب بالطور(۳۶)

ترجمہ:۔ جبیر بن مطعم نے اپنے والد سے روایت کی جس میں انہوں نے فرمایا "میں نے نبی اکرم ﷺ کو مغرب کی نماز میں سورۃ طور پڑھتے ہوئے سنا تھا۔"

الف۔ اس کی سند متصل ہے۔

ب۔ ج۔ تمام راوی عادل و ضابط ہیں۔

۱۔ عبداللہ بن یوسف: ثقہ متقن۔

۲۔ مالک بن انس: امام حافظ

۳۔ ابن شہاب زہری: فقیہ حافظ

۴۔ محمد بن جبیر: ثقہ

۵۔ جبیر بن مطعم: صحابی

د۔ شاذ بھی نہیں۔

ہ۔ اس میں کوئی علت نہیں پائی جاتی۔

حکم

آئمہ حدیث کے اجماع کے مطابق اس پر عمل واجب ہے۔

صحیح یا صحیح لذاتہ کی اقسام (مراتب)

۱۔ متفق علیہ۔

۲۔ صرف بخاری کی روایت۔

۳۔ صرف مسلم کی روایت۔

۴۔ شیخین کی شروط کے مطابق والی احادیث جسے انہوں نے بیان نہیں کیا۔

۵۔ صرف بخاری کی شرط والی حدیث۔

۶۔ صرف مسلم کی شرط والی حدیث۔

۷۔ جو روایت ہے۔ تو صحیح مگر بخاری و مسلم کی اجتماعی یا انفرادی شرط کے مطابق نہیں ہے (جیسے ابن خزیمہ اور ابن حبان کے مجموعے)

الجامع الصحیح للبخاری کا رتبہ سب سے اونچا ہے کیونکہ بخاری کے راویوں میں وصف عدالت اور کمال ضبط دوسری کتابوں کے راویوں سے زیادہ ہے۔ پھر صحیح مسلم کا درجہ ہے۔

علی ھذا القیاس

حسن لذاتہ

ھو ما اتصل سندہ بنقل العدل الذی خف ضبطہ عن

مثله الی منتهاه من غیر شذوذ ولا علة وہ حدیث ہے جس کا راوی خفیف الضبط ہو (یعنی اس کی یادداشت ناقص ہو) اور صحیح لذاتہ کی باقی سب شرطیں اس میں موجود ہوں (یعنی سند کا اتصال، رواۃ کی عدالت، سند کا علت خفیہ سے پاک ہونا اور روایت کا شاذ نہ ہونا)

مثال

حدثنا قتیبه حدثنا جعفر بن سلیمان الضبعی عن ابی عمران الجونی عن ابی بکر بن ابی موسی الاشعری قال: سمعت ابی بحضرۃ العدو یقول: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: (ان ابواب الجنة تحت ظلال السیوف)(۳۵) جنت تلوار کے سائے تلے ہے۔ اس حدیث میں چار راوی تو ثقہ ہیں۔ صرف جعفر بن سلیمان الضبعی صدوق ہے: یعنی ثقہ سے کمتر۔ اس بناء پر صحیح کے بجائے حسن کے مرتبہ پر آگئی۔

صحیح لغیرہ

ھو الحسن لذاته اذ روی من طریق اخر مثله او اقوی منه وہ حدیث ہے جو دراصل حسن لذاتہ ہے مگر اس کی سندیں اس قدر کثیر ہیں کہ ان سے راوی کے حفظ میں جو کمی تھی اس کی تلافی ہو گئی ہے یعنی حدیث حسن لذاتہ صحیح لغیرہ بن جاتی ہے جب کہ تعدد طرق سے ضبط کے نقصان کی تلافی ہو جائے۔

مثال

محمد بن عمرو عن ابی سلمه عن ابی ھریرہ کی سند سے ایک روایت ہے جسے امام ترمذی نے تخریج کیا۔ قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لولا ان اشق علی امتی لامرتهم بالسواك عند کل صلاۃ (۳۸) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز پر مسواک کا حکم دیتا۔

ابن الصلاح کے مطابق اس حدیث کے اندر محمد بن عمرو صدق اور امانت میں معروف ہیں لیکن حفظ اور اتقان میں کمزور ہیں۔ اس وجہ سے اس حدیث کو حسن کا درجہ ملا لیکن اس کے اور بھی طرق ہیں مثلاً (عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هريرة لو لا ان اشق الحديث) جن میں یہ کمزوری (حفظ کی کمزوری) نہیں لہذا اس حدیث حسن کو کثرت طرق کی وجہ سے صحیح لغیرہ میں شمار کیا گیا۔

الاعرج عن ابی ھریرہ والی حدیث کو بخاری و مسلم نے تخریج کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ الاعرج ضبط تام کے مالک ہیں لہذا پہلی سند میں جو کمی تھی وہ پوری ہو گئی اس لئے اس کو صحیح لغیرہ کا درجہ ملا۔

I بخاری و مسلم نے عن الاعرج عن ابی ھریرۃ سے روایت کی ہے اس کو صرف پیش نظر رکھا جائے تو یہ حدیث صحیح لذاتہ کہلائے گی۔

II پہلی سند محمد بن عمرو والی اور دوسری سند عن الاعرج کو بالتقابل رکھے تو یہ صحیح لغیرہ کہلائے گی۔

III اگر صرف پہلی سند یعنی محمد بن عمرو والی کو پیش نظر رکھے تو یہ حسن لذاتہ کہلائے گی۔

حسن لغیرہ

وهو الضعيف اذا تعددت طرقه، ولم يكن سبب ضعفه فسق الراوی او كذبه او كثرة خطأ الراوی

حسن لغیرہ اس حدیث ضعیف کو کہتے ہیں جس کی سندیں متعدد ہوں لیکن اس کا ضعف راوی کے فسق یا کذب یا کثرت خطاء کی وجہ سے نہ ہو بلکہ ضعیف ہونے کے اسباب راوی کا کمزور حافظہ یا سند میں انقطاع یا راوی کے بارے میں علم نہ ہونا ہو۔

مثال

امام ترمذی نے شعبہ عن عاصم بن عبید اللہ عن عبداللہ بن عامر بن ربیعہ عن ابیہ کی سند سے ایک روایت نقل کی ہے جسے امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے ان امرأة من

بني فزارة تزوجت على نعلين، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ارضيت من نفسك و مالك بنعلين؟ قالت:نعم، فاجاز(۲۹)

بنی فزارہ کی ایک عورت نے دو جوتے مہر پر نکاح کر لیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تو اپنے نفس کے مقابلہ میں دو جوتوں کے مہر پر راضی ہے۔ اس نے کہا راضی ہوں۔ آپ ﷺ نے اجازت دے دی عاصم اپنے سوء حفظ کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن کثرت طرق کی وجہ سے یہ کمزوری دور ہوئی۔ اس لیے امام ترمذی نے حسن کہا۔

حسن لغیرہ کی مزید مثالیں:

ماروی عیسی بن یونس عن مجالد بن ابی الوداک عن ابی سعید قال: کان عندنا خمر لیتیم، فلما نزلت آیته المائدہ سالت رسول الله صلی الله علیه وسلم، فقلت له انه لیتیم، فقال صلی الله علیه وسلم اهر یقوه(۳۰)

ترجمہ:۔ عیسیٰ بن یونس، مجالد بن ابی الوداک سے اور مجالد ابو سعید سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک یتیم کا خمر (شراب) تھا۔ جب مائدہ کی آیت اتری تو میں نے (ابو سعید نے) رسول اللہ سے عرض کیا کہ وہ (شراب) کسی یتیم کا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کو انڈیل دو۔

اس سند کے اندر "مجالد" کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا اس کی وجہ یہ ہے اس کی دوسری سند بھی ہے جو حضرت انس ؓ سے مروی ہے لہٰذا اس حدیث کو حسن لغیرہ کا درجہ ملا۔

قوت استدلال کے اعتبار سے درجات

۱۔ صحیح لذاتہ ۲۔ صحیح لغیرہ ۳۔ حسن لذاتہ ۴۔ حسن لغیرہ

خبر مقبول کی اقسام باعتبار عمل

۱۔ معمول بہ　　　　۲۔ غیر معمول بہ

۱۔ محکم ۲۔ مختلف الحدیث ۳۔ ناسخ و منسوخ ۴۔ متوقف فیہ

محکم

اذا سلم من المعارضة وہ حدیث کہ جس کے مخالف کوئی حدیث مقبول نہ ہو ایسی حدیث پر عمل ضروری ہے۔ صحاح میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔

مختلف الحدیث

هو الحديث المقبول المعارض بمثله مع امكان الجمع بينهما وہ حدیث مقبول جس کے مخالف اسی درجہ کی کوئی حدیث موجود ہو مگر ان دونوں حدیثوں میں تطبیق ممکن ہو مختلف الحدیث کہتے ہیں۔

اس فن میں امام طحاوی کی مشکل الآثار اور ابن قتیبہ کی مختلف الحدیث اچھی کتابیں ہیں۔

مثال

حدیث ہے (لا عدوی ولا طیرة) (۴۱) مرض کا متعدی ہونا اور بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس کے معارض حدیث (فر من المجذوم فرارك من الاسد) (۴۲) جذامی (کوڑھی) سے بھاگو جیسے کہ شیر سے بھاگتے ہو۔

دوسری حدیث سے مرض کا متعدی ہونا اور پہلی حدیث سے متعدی نہ ہونے کا مفہوم نکلتا ہے ان دونوں میں جمع و تطبیق کی یہ صورت ہو سکتی ہے۔

۱۔ حقیقۃً اور بالذات تو مرض متعدی نہیں ہوتا مگر بعض امراض میں مریض کے ساتھ اختلاط منجملہ سبب مرض ہوتا ہے پس اس سے دیگر اسباب مرض کی طرح احتیاط (پرہیز) کرنا چاہئے۔

۲۔ یا یہ کہا جائے کہ کوڑھی سے دور رہنے کا حکم بد عقیدگی کے سدباب کے لیے

ہے کیونکہ اختلاط کی صورت میں اگر بمقتضائے الٰہی کوڑھ (جذام) ہو گیا تو فساد عقیدہ کا خطرہ ہے مزید ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ (لا یعدی شیئا شیا) ترجمہ:۔ کوئی چیز متعدی ہو کر دوسری تک نہیں جاتی۔ (۴۳) خارش زدہ اونٹوں کے بارے میں کسی نے نبی پاک ﷺ سے عرض کیا کہ دوسروں کے ساتھ ملنے سے تو ان کو خارش ہو جاتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا (فمن اعدی الاول) (۴۴) یعنی پہلے کو خارش (چھوت) کہاں سے لگی؟

لہٰذا معلوم ہوا کہ عقیدہ کی حفاظت کے لیے احتیاط کا حکم دیا گیا ہے ورنہ حقیقی مرض کا مسبب الاسباب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اسی لیے نبی پاک ﷺ نے اس علاقہ میں داخل ہونے سے منع فرمایا جہاں وباء پھیلی ہوئی ہو اور جہاں وباء پھیل جائے وہاں سے بھاگنے سے بھی منع فرمایا۔

مختلف الحدیث کی ایک اور مثال

پیداوار کی زکوٰۃ کے بارے میں حدیث ہے۔ " فیما سقت السماء العشر " (۴۵) یعنی بارانی زمین پر دسواں حصہ زکوٰۃ مقرر ہے۔ دوسری حدیث میں ہے۔ " لیس فیما دون خمسۃ او سق صدقۃ " (۴۶) یعنی پانچ وسق سے کم پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

ان دونوں حدیثوں میں ظاہری تعارض نظر آتا ہے۔ تطبیق یوں ممکن ہے کہ پانچ وسق سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔ دوسری حدیث کا مفہوم ہوا کہ بارانی زمین پر عشر ہے۔ مقصد یہ ہوا کہ زمین کی پیداوار (بارانی) پر عشر ہے۔ لیکن نصاب پانچ وسق ہے۔ لہٰذا اس سے کم پر عشر نہیں۔

ناسخ و منسوخ

رفع الشارع حکما منه متقدما بحکم منه متاخر

-شارع کی جانب سے ایک مقدم حکم کو موخر (بعد والا) حکم کے ذریعے ختم کر دیا جائے اس طرح ناسخ پر عمل ہو گا اور منسوخ پر عمل نہیں ہو گا۔

ناسخ و منسوخ کی پہچان کے ذرائع

الف۔ تصریح نبوی ﷺ کے ذریعے

مثال: حضرت بریدۃ کی روایت جسے امام مسلم نے تخریج کیا ہے نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا (۴۷) نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو قبور کی زیارت سے منع کیا تھا اب اجازت (حکم) ہے کہ قبرستان کی زیارت کیا کرو ایک اور حدیث کے اندر، آپ ﷺ نے زیارت قبور کی حکمت موت کی یاد دھانی بتائی۔

ب۔ صحابی کی تصریح

جیسے حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں:

کان اخر الامرین من رسول اللہ ترک الوضوء مما مست النار (۴۸) حضرت جابر کا قول کہ نبی پاک ﷺ کا آخری عمل آگ پر پکی ہوئی چیز کو کھا کر وضو نہ کرنا تھا۔

ج۔ بذریعہ تاریخ

رواہ شداد بن اوس افطر الحاجم والمحجوم (۴۹) یعنی سینگی لگانے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا لیکن عبداللہ بن عباس کی روایت میں ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم وھو محرم (۵۰) عن ابن عباس قال ان النبی احتجم وھو محرم واحتجم وھو صائم (۵۱)

(نبی پاک ﷺ نے سینگی لگوائی وہ محرم تھے اور سینگی لگوائی وہ صائم تھے) لہذا پہلی حدیث زمانہ فتح (۸ھ) کی ہے اور دوسری حدیث حجۃ الوداع (۱۰ھ) کی ہے اس لیے دوسری حدیث ناسخ ہے اور پہلی منسوخ۔

نبی پاک ﷺ سے احرام اور روزہ کی جمع کی دلالت کسی حدیث سے ثابت نہیں

بلکہ الگ الگ واقعہ بیان ہوا ہے یعنی احتجم وھو محرم ۔ واحتجم وھو صائم

دلالت اجماع

حدیث:

(من شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فی الرابعہ فاقتلوہ)(۵۲) جو شراب پیئے اس کو کوڑے مارو اگر چوتھی مرتبہ اعادہ کرے اسے قتل کردو۔

ثم اتی النبی بعد ذلک برجل قدشرب فی الرابعہ فضربہ ولم یقتلہ (۵۳) حکم قتل کے منسوخ ہونے پر اجماع ہے سوائے اہل ظاہر کے(۵۴)

اجماع بذات خود حجت نہیں جب تک حکم کسی نص کے تابع نہ ہو لہذا اجماع اس بات کی دلیل ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فلاں حکم کے ذریعے منسوخ قرار دیا وغیرہ۔

المتوقف فیہ

اگر دو مقبول احادیث آپس میں متعارض ہوں تو جمع (تطبیق) کی صورتیں۔

(الف) اگر جمع (تطبیق) ممکن ہو تو جمع کیا جائے گا اور دونوں پر عمل ہوگا۔

(ب) اگر جمع (تطبیق) ممکن نہ ہو تو درج ذیل اصول اپنائے جائیں گے۔

(۱) ناسخ و منسوخ کا علم ہوجائے تو ناسخ پر عمل ہوگا اور منسوخ کو ترک کیا جائے گا۔

(۲) اگر ناسخ و منسوخ کا علم نہ ہو تو کوئی ترجیحی بنیاد ممکن ہو تو ترجیح دی جائے گی۔

(۳) اگر دو متعارض حدیثوں میں نہ اجتماع ہوسکے اور نہ ناسخ و منسوخ کا پتہ چلے اور نہ کسی کو کسی پر ترجیح بھی دی جاسکے تو توقف کیا جائے گا یعنی کسی پر عمل نہیں ہوگا اور وہ حدیثیں "متوقف فیہ" کہلائیں گی۔

(۱) مصنف مکمل سند کو حذف کر کے یہ کہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کذا۔

(۲) کبھی صحابی یا تابعی کے علاوہ باقی ساری سند رواۃ کو حذف کردی جاتی ہے مثلاً حدیث میں ہے۔ قال ابو موسی غطی النبی صلی اللہ وسلم رکبتیہ حین دخل عثمان (۵۷) امام بخاری بیان کرتے ہیں کہ ابو موسیٰ نے فرمایا کہ نبی پاک ﷺ نے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو اپنے گھٹنے ڈھانپ لیے۔

یہ روایت معلق ہے کیونکہ امام بخاریؒ نے ابو موسیٰ اشعری تک جو کہ صحابی ہیں سند ذکر نہیں کی۔

معلق کی مزید مثالیں

قال البخاری فی الطہارۃ: قالت عائشہ کان النبی یذکراللہ علی کل احیانہ (۵۸)

نبی پاک ﷺ ہروقت اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔

امام بخاری کتاب البیوع میں بیان کرتے ہیں۔ کہ: ویذکر عن عثمان بن عفان ان النبی قال لہ:

"اذا بعت فکل واذا ابتعت فاکتل (حدیث حسن) (۵۹)

ناپ کر فروخت کرو اور ناپ کرر خریدا کرو۔

حکم

حدیث معلق مردود ہے کیونکہ اس میں سند متصل کی سند مفقود ہے۔ اس طرح ضبط اور عدالت راوی کی شرط بھی مفقود ہو جائے گی۔

معلقات صحیحین کا حکم (بخاری ومسلم)

صحیحین میں دو طرح کی معلقات ہیں:

خبر مردود اور اسباب رد

حدیث کو رد کرنے کے بہت سے اسباب ہیں ان میں سے دو بنیادی اسباب حسب ذیل ہیں:

(الف) سند میں انقطاع۔

(ب) راوی پر طعن

ان میں سے ہر ایک کی متعدد قسمیں ہیں جن پر تفصیل سے بحث ہوگی سب سے پہلے مردود کی عام نوع یعنی ضعیف پر کلام ہوگا۔

ضعیف

اس کی تعریف میں مختلف تعبیرات ہیں۔

(۱) ما فقد شرطا من شروط الحديث المقبول

(۲) مالم يجتمع فيه صفات الصحيح ولا صفات الحسن (۵۵)

(۳) يقول بيقوني:- وكل عن رتبة الحسن قصر- فهو الضعيف وهو اقسام كثر؛ ضعیف حدیث ہے کہ جس میں ان شرائط میں سے ایک شرط یا زیادہ شرطیں نہ پائی جائیں جو کہ صحیح اور حسن کے لیے معتبر سمجھی گئی ہیں۔

مثال

اخرجه الترمذی من طريق حكيم الاثرم عن ابی تميمة الهجيمی عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال من اتى حائضا او امراة فی دبرها او كاهنا فقد كفر بما انزل على محمد (۵۶) ترجمہ حدیث :- حضرت ابوهریرۃ نے نبی پاک ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، کہ اگر کسی نے حائضہ یا بیوی کے مقعد میں عمل جنسی کیا یا کاھن کے پاس گیا تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ

وسلم پر نازل شدہ شریعت کو جھٹلایا۔ یہ حدیث صرف حکیم الاثرم کی سند سے آرہی ہے
حکیم الاثرم کے بارے میں امام ابن حجرؒ نے ضعیف کہا ہے۔ ویسے بھی اس حدیث کو امام
بخاری رحمۃ اللہ نے بھی ضعیف قرار دیا ہے۔

ضعیف حدیث کی مزید مثالیں

(۱) "ابی اللہ ان یرزق عبدہ المومن الا من حیث لا یعلم " اخرجہ الفردوسی عن عمر بن راشد عن عبدالرحمان بن جرملتہ عن سعید ابن المسیب عن ابی ھریرۃ مرفوعا

اس میں ایک راوی بہت زیادہ ضعیف ہے۔ وہ عمر بن راشد ہے۔ امام سخاوی نے فرمایا
کہ عمر بن راشد بہت زیادہ ضعیف ہے۔

(۲) دوسری حدیث "اذا حدثتم عنی بحدیث یوافق الحق فصدقوہ و خذوا بہ حدثت بہ اولم احدث" رواہ الدارقطنی فی الافراد والعقیلی فی الضعفاء من طریق اشعث بن نزار عن قتادۃ عن عبداللہ بن شقیق عن ابی ھریرۃ مرفوعا

ضعیف حدیث کا حکم

اس میں تین مذاہب ہیں۔

پہلا موقف:

ضعیف حدیث پر مطلقاً عمل جائز نہیں خواہ احکام سے متعلق ہو یا ترغیب و ترہیب
کے متعلق ہو یا فضائل اعمال کے قبیل سے ہو یہ موقف یحیٰ بن معین، امام بخاری اور امام
مسلم رحمہم اللہ وغیرھم کا ہے۔ ابن العربی مالکی اور ابو شامہ مقدسی شافعی کا بھی یہی موقف
ہے۔

دوسرا موقف:

ضعیف حدیث پر مطلقاً عمل کرنا جائز ہے جبکہ اس موضوع پر کوئی دوسری روایت موجود نہ ہو۔ اس موقف کو امام احمد بن حنبل ؒ ابو داؤد ؒ وغیرھم نے اپنایا ہے۔ امام احمد ؒ نے فرمایا: رائے کے مقابلے میں ضعیف حدیث ہمارے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ (۵۶ الف)

تیسرا موقف:

ضعیف حدیث فضائل اعمال، وعظ و نصیحت اور ترغیب و ترہیب کے لئے روایت کرنا جائز ہے۔ مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ، مگر ضعیف حدیث سے عقائد کے لئے استدلال کرنا یا حلت و حرمت کے لئے استدلال کرنا جائز نہیں۔

شروط:

(i) ضعف زیادہ شدید نہ ہو۔
(ii) حدیث ضعیف کسی ایسے اصل اور بنیاد کے ذیل میں آتی ہو جس پر عمل ہو رہا ہو۔
(iii) اس پر عمل کرتے وقت یہ اعتقاد نہ ہو کہ یہ عمل شریعت سے ثابت ہے (۵۶ ب)

انقطاع سند (سقوط راوی) کے اعتبار سے خبر مردود کی پانچ قسمیں۔

(۱) المعلق۔ (۲) المرسل۔ (۳) المعضل۔ (۴) المنقطع۔ (۵) المدلس

معلق

ماحذف من مبدا اسناده راو فاكثر على التوالى معلق
اس سند کو کہتے ہیں جس کی ابتداء سے ایک یا ایک سے زائد راویوں کا لگاتار ذکر چھوٹ جائے۔

مثالیں

(۱) ماذکر بصیغۃ الجزم (یقینی صورت) مثلاً قال، ذکر حکی ایسی معلق احادیث بالکل صحیح السند اور مقبول ہیں امام ابن حجرؒ نے اس موضوع پر دو کتابیں "تغلیق التعلیق" اور "التوفیق" لکھی ہیں۔

امام بخاریؒ نے بیشتر معلق حدیثوں کو دیگر مقامات پر سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے صرف ایک سو ساٹھ (۱۶۰) حدیثوں کی سندیں بخاری کے اندر موجود نہیں، امام مسلم کی جامع کے اندر معلقات کی تعداد صرف چھ یا بارہ ہیں۔ (۱۲)

(۲) ماذکر بصیغتہ التمریض مثلاً قیل، ذکر، حکی ایسی تمام معلق احادیث یا تو صحیح و حسن ہیں یا ان کے اندر معمولی درجے کا ضعف موجود ہے۔ بدترین قسم کی ضعیف حدیث اس قسم میں بھی موجود نہیں۔

ایسی احادیث کے متعلق تحقیق کی گنجائش باقی رہتی ہے۔

(نوٹ)

مشکوۃ المصابیح میں جو صورت ہے اس کو اصطلاح میں تعلیق نہیں کہا جاتا کیونکہ صاحب مشکوۃ نے یہ حدیثیں اپنی سند سے روایت نہیں کی ہیں بلکہ دوسری کتابوں سے نقل کی ہیں اور ان کتابوں میں سندیں موجود ہیں لہٰذا ان کو معلق نہیں کہا جائے گا بلکہ اصطلاح میں ان کو "مجرد" کہا جاتا ہے اور ایسا کرنے کا نام "تجرید" ہے۔

مرسل

ماسقط من اخر اسنادہ من بعد التابعی

تابعیؒ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان واسطہ (صحابی رضی اللہ عنہ) کا ذکر نہ ہو۔

مرسل کے ایک اور معنی

کبھی مرسل سے مطلق انقطاع مراد لیتے ہیں خواہ وہ بصورت معلق ہو یا معضل یا منقطع، صحاح ستہ (کتب ستہ) میں لفظ مرسل اس معنی میں بکثرت مستعمل ہوا ہے۔

مرسل کا حکم:

مرسل تابعی کے سلسلے میں علماء کے تین اقوال ہیں:

(الف) ضعیف اور ناقابل قبول:

جمہور محدثین، بہت سے اصولیوں اور فقہاء کے نزدیک مرسل حدیث ضعیف اور ناقابل قبول ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ محذوف راوی کا حال معلوم نہیں ہوتا جس سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ شاید وہ صحابی نہ ہو۔

(ب) صحیح اور قابل حجت:

امام ابو حنیفہ امام مالک اور امام احمد کے مشہور اقوال کے مطابق مرسل صحیح وار قابل حجت ہے بشرطیکہ مرسل خود ثقہ راوی ہی سے ارسال کرے۔

(ج) چند شروط کے ساتھ اس کو قبول کیا جاسکتا ہے۔ یہ امام شافعی اور دیگر بعض اہل علم کی رائے ہے۔ یہ شرائط چار ہیں۔ تین تو مرسل راوی میں اور ایک حدیث مرسل میں۔

۱۔ مرسل راوی کبار تابعین میں سے ہو۔

۲۔ جس سے اس نے ارسال کیا اس کا نام لے تو ثقہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

۳۔ جب اس کے ساتھ روایت میں دوسرے حفاظ شریک ہو جائیں اور اس راوی سے اختلاف نہ کریں۔

ان تین شرائط کے ساتھ ذیل کے شرائط میں سے ایک شرط بھی شامل ہو۔

(۱) یہ حدیث سند کے ساتھ کسی دوسرے طریقہ سے بھی مروی ہو۔

(۲) یہی روایت کسی دوسرے طریقہ سے بطور مرسل مروی ہو ان کا ارسال ان لوگوں نے کیا ہو جنھوں نے اس کا علم ایسے لوگوں سے حاصل کیا ہو جن سے پہلے مرسل نے حاصل نہ کیا ہو۔

(۳) یہ مرسل حدیث کسی صحابی کے قول سے مطابقت رکھتی ہو۔

(۴) یا اکثر اہل علم اس کے مقتضا کے مطابق فتوی دیتے ہو۔

مرسل صحابی

کسی صحابی کا دوسرے صحابی کا نام حذف کرنا۔

عام طور پر صحابہ کرام نے تمام حدیثیں نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے خود براہ راست نہیں سنیں بلکہ کچھ خود سنی ہیں اور کچھ اپنے ساتھی صحابہ سے سنی ہیں اس کی متعدد وجوہات ہیں۔

(الف) چھوٹی عمر۔ (ب) تاخیر اسلام۔ (ج) مصروفیت یا سفر وغیرہ۔

حکم

صحابہ کرام کی تمام مرسل حدیثیں قابل حجت اور صحیح ہیں اس لیے صحابہ نے عموماً صحابہ سے روایت کیا ہے لہذا چھوٹے بڑے تمام صحابہ کرام کی روایت قابل قبول ہے۔

کلهم عدول

مرسل (تابعی) کی مثال

حدثنا محمد بن رافع حدثنا حجين حدثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن المزابنة (٢٦) نبی پاک ﷺ نے تر کھجور کو خشک کھجور کے بدل فروخت کرنے سے منع فرمایا۔

اس روایت میں سعید بن المسیب نے جو کبار تابعین میں شمار ہوتے ہیں صحابی کا نام ذکر کیے بغیر نبی پاک ﷺ سے روایت نقل کیا ہے۔ راوی کے سقوط کا ادنیٰ معیار یہ ہے کہ ایک راوی یعنی صحابی کا ذکر نہ کرے اگرچہ احتمال اس بات کا بھی ہے اس صحابی کے علاوہ کسی تابعی کو بھی ترک کیا ہو۔

اس موضوع پر مشہور کتابیں یہ ہیں۔

(۱) المراسيل لابی داود

(۲) المراسيل لابن ابی حاتم

(۳) جامع التحصيل فی احكام المراسيل للعلائی

معضل

وھو ماسقط من اسنادہ اثنان فصاعدا علی التوالی

سند میں دو یا دو سے زیادہ راوی مسلسل غائب (ساقط) ہوں۔

مثال

عن مالک انہ بلغہ ان ابا ھریرہ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للمملوک طعامہ وکسوتہ بالمعروف، ولا یکلف من العمل مالا یطیق (۴۲) غلام کا کھانا اور لباس مناسب ہو اور اس کو اسی کام کا پابند بنایا جائے جس کو وہ سرانجام دے سکے۔

امام حاکم نے اس روایت کے متعلق فرمایا کہ یہ مالک سے معضل ہے اور امام مالک نے موطا میں اس کو معضل ہی نقل کیا ہے (۴۳)

موطا کے علاوہ اس کی اصل سند اس طرح ہے۔ عن مالک عن محمد بن عجلان عن ابیہ عن ابی ھریرہ

حکم

معضل حدیث ضعیف ہے حجت ہونے میں مرسل اور منقطع سے بھی کم تر درجہ کی ہے۔(۵۹)

معلق اور معضل میں فرق۔

۱۔ اگر اوائل سند سے بتصرف مصنف ایک ہی مقام سے بہت سے راوی ساقط ہوں تو اس پر معضل اور معلق دونوں کا اطلاق ہو گا۔

۲۔ اگر درمیان سند سے دو یا دو سے زائد راوی ایک ہی مقام سے مسلسل ساقط ہوں تو اسے معضل ہی کہا جائے گا۔

۳۔ اور ابتداء سند سے صرف ایک راوی ساقط ہو تو وہ معلق ہی ہو گی۔

معضل، منقطع اور مرسل درج ذیل کتابوں میں مل سکتی ہے۔

۱۔ سعید بن منصور کی کتاب السنن ۲۔ ابن ابی الدنیا کی مولفات میں۔

منقطع

ماحذف من اثناء اسناده راو واحد اوراویان فاکثر لاعلی التوالی اگر ایک راوی یا متعدد راوی متفرق مقامات سے چھوٹ گئے ہوں تو اس حدیث کو منقطع کہیں گے۔

مثال

مارواه عبدالرزاق عن الثوری عن ابی اسحاق عن زید بن یثیع عن حذیفة مرفوعا ان ولیتموها ابابکرفقوی امین (۶۴)

ترجمہ: اگر تم لوگ یہ منصب (خلافت) ابوبکر کو تفویض کر دو تو وہ ہر اعتبار سے موزوں ہیں۔

اس سند میں ابو اسحاق اور ثوری کے درمیان "شریک" ساقط ہیں کیونکہ ثوری" نے براہ راست ابو اسحاق سے سماع نہیں کیا البتہ "شریک" ابو اسحاق کے شاگرد ہیں۔

حکم

اس قسم کی حدیث باتفاق ضعیف ہے اس لیے کہ راوی محذوف کا حال معلوم نہیں۔

مذکورہ بالا چاروں اصطلاحات کو سمجھنے کے لیے ایک مثال ملاحظہ کیجئے ویسے حدیث صحیح المتن اور صحیح السند ہے۔ صرف علی سبیل المثال درج کیا جاتا ہے۔

حدثنا الحمیدی عبدالله بن الزبیر قال حدثنا سفیان، قال حدثنا یحیی بن سعید الانصاری قال اخبرنی محمد بن ابراهیم التیمی انه سمع علقمة بن ابی وقاص اللیثی یقول سمعت عمربن الخطاب رضی الله عنه علی المنبرقال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول:انما الاعمال بالنیات (۶۵)

(۱) اس سند سے اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حذف کردیں تو حدیث مرسل کہلائے گی۔

(۲) اگر الحمیدی عبداللہ بن الزبیر کو حذف کردیں تو معلق کہلائے گی۔

(۳) اگر سفیان اور یحییٰ بن سعید کو حذف کردیں تو حدیث معضل کہلائے گی۔

(۴) اگر صرف سفیان کو یا سفیان کے ساتھ محمد بن ابراہیم التیمی کو حذف کردیں تو منقطع کہلائے گی۔

مدلس

اخفاء عیب فی الاسناد، و تحسین لظاھرہ

یعنی سند کے عیب کو مخفی رکھنا اور ظاہری شکل کو حسین بنانا تدلیس ہے۔

تدلیس کی قسمیں:

تدلیس اسناد اور تدلیس شیوخ

تدلیس اسناد:

جس شیخ سے راوی نے کچھ سنا ہو روایت تو اسی سے کرے مگر وہ حدیث روایت کرے جو اس نے نہ سنی ہو اور روایت کرتے وقت اس کا ذکر نہ کرے کہ اس نے شیخ سے سنی ہے۔

تعریف کی وضاحت:

تدلیس اسناد یہ ہے کہ ایک شیخ سے راوی نے بعض احادیث سنی ہوں لیکن یہ حدیث جس میں اس نے تدلیس کی ہے یہ اسی سے سنی نہیں بلکہ یہ حدیث اس نے کسی دوسرے شیخ سے سنی جس کو وہ سند سے ساقط (گرا رہا ہے) کر رہا ہو اور اس سے ایسے الفاظ میں روایت کرتا ہے جس سے سماع کا احتمال ہوتا ہے مثلاً لفظ قال یا عن وغیرہ سے روایت کرتا ہے تاکہ دوسرے کو اس لئے سمعت (میں نے سنا) یا حدثنی (مجھ سے اسی نے بیان کیا) کے ساتھ بھی بیان نہیں کرتا تاکہ اس کا شمار کذابوں (جھوٹ بولنے والوں) میں نہ ہو۔

تدلیس شیوخ:

تدلیس شیوخ یہ ہے کہ راوی کسی ایسے شخص سے روایت کرے جس سے اس نے حدیث سنی ہو پھر اس شخص کو ایسے نام، کنیت نسب یا حسب سے یاد کرے جو غیر معروف ہو تاکہ ان کو پہچانا نہ جاسکے۔

مثال:

فن قرات کے آئمہ میں سے ایک نے شیخ ابوبکر بن مجاہد کا قول ہم سے بیان کیا عبداللہ بن ابوعبداللہ، نے اس سے ان کی مراد ابوبکر بن ابوداؤد بجستانی ہیں (وہ زیادہ اسی نام سے مشہور ہے ان کا پہلا نام زیادہ مشہور نہیں۔

حکم

جس محدث کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ وہ تدلیس کرتا ہے اس کی کوئی روایت مقبول نہیں ہے البتہ وہ ثقہ ہو تو اس کی وہ روایت مقبول ہے جس میں سماع (سمعت) کی تصریح ہو۔

مثال

ما اخرجه الحاكم بسنده الى على بن خشرم قال: قال لنا ابن عيينة عن الزهرى فقيل له، سمعته من الزهرى؟ فقال لا ولا ممن سمعه من الزهرى حدثنى عبدلرزاق عن معمر عن الزهرى (۲۱) تو یہاں ابن عینیہ نے دو راویوں کو حذف کردیا (یعنی عبدالرزاق اور معمر)

مرسل خفی اور مدلس میں فرق

تدلیس اس وقت ہوتی ہے جہاں راوی کی اس شخص سے ملاقات مشہور و معروف ہو جس کا نام وہ چھپا رہا ہے لیکن وہ اس کا معاصر ہے ملاقات معروف نہیں تو ایسی روایت کو مرسل خفی کہتے ہیں۔

مثل

ماارواه ابن ماجه من طریق عمر بن عبدالعزیز عن عقبة ابن عامر مرفوعا رحم الله حارس الحرس (۴۷) (اللہ تعالیٰ) (جہاد کے) گھوڑے کے نگہبان پر رحم کرے، حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ملاقات عقبہ بن عامر سے ثابت نہیں۔

نسبت (اضافت) کے اعتبار سے حدیث کی قسمیں

اس اعتبار سے حدیث کی چار قسمیں ہیں:

الحدیث القدسی۔ المرفوع۔ الموقوف۔ المقطوع

الحدیث القدسی

هو مانقل الینا عن النبی مع اسناده ایاه الی ربه عزوجل

یعنی وہ حدیث ہے جو نبی پاک ﷺ سے روایت ہو کر ہم تک اس طرح پہونچے کہ آپ ﷺ نے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہو۔

اس حدیث اور قرآن کے درمیان فرق: زیادہ مشہور فرق یہ ہیں۔

(I) قرآن مجید لفظاً و معناً اللہ کی طرف سے ہے لیکن حدیث قدسی کا مفہوم تو اللہ کی جانب سے ہے اور الفاظ نبی پاک ﷺ کے ہیں۔

(II) قرآن کی تلاوت نماز میں کی جاتی ہے یا قرآن کی تلاوت عبادت ہے مگر حدیث قدسی کی تلاوت نماز میں نہیں کی جاتی اور صرف پڑھنا باعث ثواب نہیں۔

(III) قرآن کے ثبوت کے لئے تواتر شرط ہے جبکہ حدیث قدسی کے ثبوت کے لئے تواتر شرط نہیں۔

احادیث قدسیہ کی تعداد:

احادیث نبویہ کے مقابلہ میں احادیث قدسیہ کی تعداد بہت کم ہے اس کی تعداد دو سو

سے کچھ زائد ہے۔

مثال:

نبی پاک ﷺ سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی و جعلتہ بینکم محرما فلا تظالموا (۶۸)

اے میرے بندو! میں نے اپنی ذات پر ظلم کو حرام کر رکھا ہے اور تم لوگوں کے درمیان میں بھی میں نے اسے ممنوع کر دیا ہے پس تم ایک دوسرے سے ہرگز ظلم نہ کرو۔

مرفوع

ما اضیف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قول او فعل او تقریر او وصف صریحا او حکما وہ حدیث جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہو قولی ہو یا فعلی، تقریری ہو یا وصفی، صراحتاً ہو یا حکما ہو۔

مرفوع قولی صریحی

کوئی صحابی یہ کہے قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثال عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو رد (۶۹)

ترجمہ:۔ جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں مردود ہے۔

مرفوع فعلی صریح کی مثال

عن المقدام بن شریح عن ابیہ عن عائشۃ قلت اخبرینی بای شیی کان النبی یبدا اذا دخل علیک قالت یبدا بالسواک (۷۰)

مرفوع تقریری صریحی کوئی صحابی کہے فعلت بحضرہ النبی صلی

الله عليه وسلم كذا یا صحابی یا دوسرا کے فعل فلان بحضرة النبی كذا ولم يذكر انكاره لذلك

مثال

سأل النبي صلى الله عليه وسلم عن الجارية: اين الله؟ قالت: في السماء فاقرها على ذلك صلى الله عليه وسلم (ا۷)

ترجمہ:- نبی کریم ﷺ نے لڑکی سے پوچھا کہ اللہ کہاں ہے؟ تو جواب دیا کہ آسمان پر۔ تو آپ ﷺ نے تصدیق فرمائی۔

مرفوع قولی حکما

وہ اقوال صحابہ ہیں جو اجتہادی معاملات سے متعلق نہ ہوں اور وہ اسرائیلیات سے متعلق بھی نہ ہوں اور ان کا تعلق بیان لغت یا مشکل و غریب لفظ کی شرح سے بھی نہ ہو جیسے گزرے ہوئے امور بدء خلق۔ انبیاء کے اخبار آئندہ کے واقعات و امور مثلاً ملاحم وفتن اور روز قیامت کے احوال اس طرح وہ کام جن کے کرنے سے ثواب یا عقاب مذکور ہو۔

مرفوع فعلی حکما

اسی طرح کسی صحابی کا کوئی ایسا کام کرنا جو غیر اجتہادی ہو مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صلوۃ کسوف کی ایک رکعت میں دو رکوع کیے۔

مرفوع تقریری حکما

مثلاً صحابی کا یہ کہنا کہ ہم حضرت النبی ﷺ کے زمانے میں یوں کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ اور ابو سعید کا جواز عزل پر استدلال

كنا نعزل على عهد النبي والقرآن ينزل (۷۲)

ترجمہ:- ہم نبی کریم ﷺ کے عہد (زمانے) میں عزل کیا کرتے تھے۔ اور قرآن نازل ہو رہا تھا۔

حدیث مرفوع کے الفاظ

اکثر محدثین کے نزدیک صحابی کا یہ قول من السنۃ کذا بھی مرفوع حکمی ہو گا جیسے ابن مسعود کا قول ہے من السنۃ ان یخفی التشھد یعنی فی الصلاۃ یعنی نماز میں تشہد سری (خفیہ) پڑھا جائے یہی سنت ہے۔

اسی طرح صحابی کا یہ کہنا امرنا بکذا یا نھینا عن کذا مرفوع حکمی میں شامل ہے ام عطیۃ کا یہ قول: امرنا ان نخرج فی العیدین العواتق (۷۳)

قول انس وقت لنا فی قص الشارب و تقلیم الاظفار ونتف الابط وحلق العانۃ ان لا نترک فوق اربعین لیلۃ (۷۴)

اگر کوئی صحابی کسی معاملے میں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت یا معصیت کا حکم لگائے تو یہ بھی حدیث مرفوع کے حکم میں ہے مثلاً عمارؓ کا قول من صام یوم الشک فقد عصی ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم (۷۵)

یعنی جس نے شک کے دن روزہ رکھا اس نے ابو القاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔

تابعی کا صحابی کے متعلق یہ کہنا "یرفع الحدیث"، "برویہ"، "ینمیہ"، "روایتہ"، "یبلغ بہ"، "رواہ" بھی مرفوع حکمی کہلاتا ہے۔

الموقوف

ما اضیف الی الصحابی من قول او فعل او تقریر جو اثر کسی صحابی کی طرف منسوب ہو خواہ قولی ہو یا فعلی ہو یا تقریری۔

صحابی وہ ہے جس نے بحالت اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور اسلام پر وفات پائی ہو اگرچہ درمیان میں ارتداد کی مدت آگئی ہو۔

موقوف قولی کی مثال

قال علی حدثوا الناس بما یعرفون، اتریدون ان یکذب اللہ ورسولہ (۷۶) حضرت علی ؓ نے فرمایا لوگوں سے ان کی سمجھ

کے مطابق بات کرو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو جھٹلائیں۔

موقوف قولی کی ایک اور مثال

قال ابوبکر وابن عباس رضی اللہ عنہما الجداب (۷۶ الف)

ترجمہ :۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس نے فرمایا کہ دادا باپ کی طرح (قائم مقام) ہوتا ہے۔

موقوف فعلی

قول البخاری و ام ابن عباس وھو متیمم (۷۷)

ترجمہ :۔ امام بخاری کا قول ہے کہ ابن عباس نے تیمم کی حالت میں جماعت کرائی۔

موقوف تقریری

تابعی کا یہ کہنا ہے کہ میں نے فلاں عمل فلاں صحابہ کے سامنے کیا مگر انہوں نے نہیں روکا۔

حکمہ

حدیث موقوف پر عمل جائز ہے۔

المقطوع

ما اضیف الی التابعی اومن دونہ من قول اوفعل جو اثر تابعی یا تبع تابعی یا اس سے نیچے کسی سے منسوب ہو تابعی وہ ہے جس نے بحالت اسلام کسی صحابی سے ملاقات کی ہو۔

مقطوع قولی کی مثال

حسن بصری کا قول بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں **(صل و علیہ بدعتہ)** (۷۸) اس کے پیچھے نماز پڑھ لو بدعت کا مواخذہ بدعتی پر ہو گا۔

مقطوع فعلی

ابراھیم بن محمد بن المنتشر کا قول۔ کان مسروق یرخی الستر بینہ وبین اھلہ ویقبل علی صلاتہ و یخلیھم و دنیاھم (۷۹)

ترجمہ: حضرت مسروق اپنے اور اپنے اہل خانہ کے درمیان پردہ لٹکا کر نماز میں مشغول ہو جاتے اور اپنے اہل و عیال اور اس دنیا سے بھی بے خبر ہو جاتے۔

قولی کی مزید مثالیں

قول ابن سیرین: ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم

قول مالک: اترک من اعمال السرما لا یحسن بک ان تعملہ فی العلانیہ

حکم

حدیث مقطوع قابل حجت نہیں۔

مقطوع اور منقطع کا فرق

مقطوع کا تعلق حقیقت متن سے ہے اور منقطع کا تعلق حقیقت سند سے ہے ایک مرفوع حدیث بھی منقطع ہو سکتی ہے اور کوئی مقطوع بھی متصل السند ہو سکتی ہے۔

موقوف اور مقطوع پر مشتمل کتابیں

۱۔ مصنف ابن ابی شیبۃ

۲۔ مصنف عبدالرزاق

۳۔ تفاسیر ابن جریر الطبری و ابن ابی حاتم و ابن المنذر

اسباب الطعن فی الراوی

راوی میں طعن کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں۔

۱۔ الکذب (جھوٹ)

۲۔ التہمہ با لکذب۔ (یعنی جھوٹ کی تہمت)

۳۔ فاش غلطی۔

۴۔ کثرت غفلت راوی۔

۵۔ فسق راوی۔

۶۔ وھم راوی۔

۷۔ مخالفتہ للثقات۔ یعنی ثقہ راویوں کی مخالفت

۸۔ الجہالتہ بالراوی۔ یعنی راوی کے بارے میں جہالت

۹۔ البدعتہ۔

۱۰۔ سوء حفظ الراوی۔ یعنی حافظہ کی خرابی

۱۔ الموضوع

اصطلاحی تعریف:

راوی میں طعن کا سبب اگر نبی پاک ﷺ کی طرف سے کسی جھوٹی بات کی روایت ہو تو اس حدیث کو موضوع کیا جائے گا۔

فالخبر الموضوع ھوالمختلق المکذوب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث موضوع اس حدیث کو کہا جاتا ہے جسے راوی نے اپنے پاس سے بنا کر آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کردیا ہو۔

موضوع حدیث کی روایت

حافظ ابن الصلاح نے فرمایا ھو شرالاحادیث الموضوع (علوم الحدیث) لہٰذا اس کو بیان کرنا حرام ہے۔

جملہ محدثین کا اتفاق ہے کہ موضوع حدیث کی روایت حرام ہے وہ حدیث احکام سے

ہو یا قصص سے، یا ترغیب و ترہیب کے قبیل سے ہو۔ یہی موقف ابن حجر اور عراقی صاحب شرح الفیہ کا بھی ہے۔ (قواعد التحدیث للقاسمی)

وضاع کا حکم

حدیث من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار کے تحت امام نووی لکھتے ہیں کہ اگر کسی راوی نے ایک حدیث میں عمداً جھوٹ کا ارتکاب کیا تو وہ فاسق گردانا جائے گا اور اس کی جملہ مرویات مردود قرار دی جائیں گی اور اگر توبہ بھی کر لے تب بھی وہ ہمیشہ کے لیے مجروح قرار پائے گا اور اس کی روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا (مقدمہ صحیح مسلم)

احادیث گھڑنے والوں کے ہتھکنڈے

ا۔ ایک وضاع یا تو اپنی جانب سے ایک بات بنا لیتا ہے اور پھر اس کی سند گھڑ کے روایت کر دیتا ہے۔

ب۔ یا کسی دانشمند حکیم وغیرہ کی بات لے کر اس کی سند خود بنا کر بطور حدیث روایت کر دیتا ہے۔

موضوع حدیث کس طرح پہچانا جائے۔

(ا) حدیث گھڑنے والوں کا خود اعتراف جیسا کہ ابو عصمہ نوح بن ابو مریم کا اعتراف کہ اس نے قرآن کی ایک سورت کی فضائل پر حدیثیں گھڑ کر حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے۔

(ب) یا راوی کا ایسا بیان جو اقرار و اعتراف کا درجہ رکھتا ہو۔ مثلاً راوی کسی شیخ سے حدیث روایت کرتا ہے پھر جب اسی سے اس راوی کی تاریخ پیدائش پوچھی جاتی ہے تو ایسی تاریخ بتاتا ہے کہ فی الحقیقت اس تاریخ سے قبل شیخ کی وفات ہو چکی ہوتی ہے۔

(ج) یا راوی میں کوئی ایسا قرینہ پایا جائے مثلاً راوی جعفری (شیعہ) ہو اور حدیث اہل بیت کے فضائل میں ہو۔

(د) یا اس روایت کے اندر کوئی قرینہ موجود ہو مثلاً ایسی روایت جس کے الفاظ رکیک ہوں یا محسوسات یا قرآن کے صریح خلاف ہوں۔

اسباب وضع واقسام وضاعین

الف۔ فضائل اعمال کے سلسلے میں

یعنی اعمال کی فضیلت اور گناہ سے ڈرانے کے لیے جیسے میسرة بن عبدربہ اس میں مشہور ہے۔ (۸۰)

ب۔ مذہب کی تائید میں

علی خیر البشر من شک فیہ فقد کفر (۸۱) یعنی علی ﷺ سب انسانوں سے بہتر ہیں جو اس میں شک کرے گا وہ کافر ہو گا۔

ج۔ شعائر اسلام پر طعن کی خاطر

حمید انس سے روایت کرتے ہیں (انا خاتم النبیین لا نبی بعدی الا ان یشاء اللہ) (۸۲) میں خاتم النبین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں مگر جب اللہ چاہے۔ اس کو محمد بن سعید شامی نے مرفوعا بیان کیا۔

د۔ حکمرانوں سے تقرب حاصل کرنے کے لیے

مثلاً غیاث بن ابراہیم نامی شخص عباسی خلیفہ مہدی کے پاس حاضر ہوا اس وقت مہدی کبوتر بازی کر رہا تھا تو غیاث نے فوراً ایک سند گھڑ کر موضوع حدیث سنا دی کہ لا سبق الا فی نصل او خف او حافر او جناح یعنی مقابلہ صرف تیر اندازی، اونٹوں کی دوڑ، گھوڑ دوڑ اور پرندبازی میں جائز ہے اس شخص نے پرندے کا اضافہ اپنی طرف سے کیا تھا۔ مہدی نے اس جعلساز کو پہچان کر کبوتروں کو ذبح کرنے کا حکم دیدیا اور کہا کہ میں ہی اس کا سبب بنا تھا۔ (۸۳)

ہ۔ دنیاوی منفعت کے حصول کے لیے

جیسے ابو سعید المدائنی لوگوں کو لطیفے سنا کر خوش کر کے دنیاوی مال کماتے۔ (۸۴)

شہرت کے حصول کے لیے

جیسے ابن ابی دحیۃ اور حماد النصیبی) (۸۵) برائے شہرت حدیث بیان کرتے ہیں۔

حدیث موضوع کی مزید مثالیں

لولاك لما خلقت الافلاك

الباذنجان لما اكل له

اختلاف امتی رحمۃ

اس موضوع پر اہم کتابیں

(۱) کتاب الموضوعات لابن الجوزی

(۲) اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ للسیوطی (۹۱۱ھ)

(۳) المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع للقاری الهروی المکی (۱۰۱۴ھ)

(۴) تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعہ لعلی بن محمد (ابن عراق) (۹۶۳ھ)

۲۔ المتروک

جب راوی میں طعن کا باعث "تہمت کذب" ہو جو کہ راوی کی صفت عدالت میں طعن کا دوسرا سبب ہے تو اس کی حدیث "متروک" کہلائیگی۔

متروک حدیث هو الحدیث الذی فی اسناده راو متهم بالکذب جس حدیث کا راوی متہم بالکذب ہو یعنی جس شخص سے حدیث نبوی میں جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو لیکن عام گفتگو میں جھوٹ بولنا ثابت ہو چکا ہو۔

مثال

حدیث عمرو بن شمر الجعفی الکوفی عن جابر عن ابی الطفیل عن علی وعمار قالا کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقنت فی الفجر ویکبر یوم عرفۃ من صلاۃ الغداۃ ویقطع صلاۃ العصر اخر ایام التشریق امام نسائی اور دار قطنی وغیرہ نے عمرو بن شمر کے بارے میں "متروک الحدیث" کہا ہے۔(۸۶)

ترجمہ حدیث:۔

نبی پاک ﷺ نماز فجر میں قنوت پڑھتے اور عرفہ کے روز نماز فجر کے بعد تکبیرات کا سلسلہ شروع کرتے اور ایام تشریق کے آخری روز نماز عصر کے ساتھ تکبیرات کہنا بند کر دیتے

اس کا درجہ:۔

ضعیف حدیث کی بد ترین قسم موضوع ہے متروک بھی اس کے قریب قریب ہے پھر منکر پھر معلل پھر مدرج پھر مقلوب اور پھر مضطرب۔

المنکر (۳-۴-۵)

جب راوی کے اندر فاش غلطیاں، غفلت کی زیادتی یا فسق پایا جائے جو طعن فی الراوی یعنی راوی پر تنقید کا بالترتیب تیسرا چوتھا اور پانچواں سبب ہے تو اس کی روایت کردہ حدیث منکر کہلائے گی۔

اصول حدیث کی اصطلاح میں محدثین نے المنکر کی متعدد تعریفات کی ہیں جن میں سے سب سے زیادہ مشہور تعریفیں درج ذیل دو ہیں۔

تعریفات:

(الف) ھو الحدیث الذی فی اسنادہ راو فحش غلطہ او کثرت غفلتہ او ظہر فسقہ۔(۸۷) یعنی جس حدیث کا راوی فحش غلطی یا

کثرت غفلت میں مبتلا ہو یا فاسق ہونا ثابت ہو۔

(ب) هو ماروواه الضعيف مخالفالما رواه الثقة یعنی ضعیف راوی ثقہ راوی کی مخالفت کرے۔

تعریف (الف) کی مثال

ماروواه النسائی و ابن ماجه من روایة ابی زکیریحیی بن محمد بن قیس عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة مرفوعا کلوا البلح بالتمروان ابن ادم اذا اکله غضب الشیطان امام نسائی نے اس کو منکر کہا۔ ابوزکیر راوی متفرد ہے۔ (۸۸)

ترجمہ :- اور بلح (کچے کھجور) کو تمر (خشک کھجور) کے ساتھ کھاؤ اس لیے کہ ابن آدم نے اگر اس کو کھایا تو شیطان غضبناک ہو گا۔

تعریف (ب) کی مثال

ماروواه ابن ابی حاتم من طریق حبیب بن حبیب الزیات عن ابی اسحاق عن العیزار ابن حریث عن بن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من اقام الصلوة واتی الزکاة وحج البیت وصام وقری الضیف دخل الجنة

ترجمہ :- وہ روایت جس کو ابن ابی حاتم نے حبیب بن حبیب الزیات سے انہوں نے العیزار بن حریث سے انہوں نے ابن عباس سے ابن عباس نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے، جس نے نماز قائم کی زکوۃ ادا کی، بیت اللہ کا حج کیا روزہ رکھا اور مہمان کی میزبانی کی وہ جنت میں داخل ہو گا۔

ابو حاتم نے کہا کہ یہ منکر ہے کہ اس لیے کہ حبیب بن حبیب الزیات نے ابو اسحاق سے اس حدیث کو مرفوعا روایت کیا ہے حالانکہ ان کے مقابلہ میں ثقہ حضرات نے ابو اسحاق سے اس کو موقوفا روایت کیا ہے۔ موقوف روایت صحیح ہے اور مرفوع روایت منکر ہے (۸۹)

المعروف

ماروا‌ه الثقة مخالفا لمارواه الضعيف فهو مقابل للمنكر یعنی ثقہ راوی کا ضعیف راوی کی مخالفت کرنا معروف کہلاتا ہے۔

مذکورہ بالا مثال کے اندر حبیب الزیات کے مقابلے میں جتنے ثقہ راوی ہیں انہوں نے کہا کہ یہ حدیث ابن عباس تک موقوف ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک سند متصل نہیں لہٰذا حبیب الزیات کے مقابلہ میں دوسری اسناد معروف کہلائیں گی۔

معروف کا تذکرہ یہاں اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ قسم بمقابلہ منکر ہے ورنہ معروف مقبول اقسام ہی سے ہے۔

۶۔ المعلل

جب راوی میں طعن کا سبب "وہم" ہو تو اس کی حدیث معلل کہلائے گی۔ وہم طعن راوی کے اسباب میں سے چھٹا سبب ہے۔

ھو الحدیث الذی اطلع فیہ علی علۃ تقدح فی صحتہ مع ان الظاھر السلامۃ منہ واذا کان سبب الطعن فی الراوی ھو "الوھم" فحدیثہ یسمی المعلل

کسی حدیث میں کوئی علت پائی جائے جو اس کی صحت کو مجروح کرے بظاہر وہ علت نظر نہ آئے اور کسی راوی میں وہم ثابت ہو تو اس حدیث کو معلل کہا جائے گا۔

علت کی ثبوت کے لئے محدثین کے نزدیک اس کے اندر دو شرطوں کا متحقق ہونا ضروری ہے۔

(ا) ایک تو اس علت کا مخفی اور باریک ہونا۔

(ب) دوسرے اس کا صحت حدیث پر اثر انداز ہونا۔

علت سند متن دونوں میں ممکن ہے مگر سند میں کثرت سے علت پائی جاتی ہے اور متن میں کم۔

علت فی السند کی مثال

حدیث یعلی بن عبید عن الثوری عن عمرو بن دینار عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال البیعان بالخیار مالم یتفرقا (۹۰)

ترجمہ: بائع اور مشتری کو اختیار ہے جب تک مجلس برخاست نہ ہو۔

یہاں پر علت یہ ہے کہ اصل میں عمرو بن دینار کے بجائے عبداللہ بن دینار راوی ہے اور یہ دونوں بھائی ہیں اور دونوں ثقہ، یعلی نے غلطی سے عمرو بن دینار کا نام لیا ہے لہذا متن قابل قبول ہے بس سند میں صرف علت مذکورہ موجود ہے۔

قاعدہ بھی یہ ہے کہ وابدال الثقۃ بثقۃ لا یقدح فی الحدیث یعنی ثقہ کو ثقہ سے بدلنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

علت فی المتن کی مثال

ما انفرد مسلم باخراجہ فی حدیث انس من اللفظ المصرح نفی قراۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم فی الصلوۃ (۹۱) امام مسلم نے نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تلاوت سے انکار کیا ہے لہذا وہ اس مسئلہ میں متفرد ہے لہذا اس متن حدیث کے اندر علت واقع ہوئی ہے اگرچہ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔

اس موضوع پر مشہور کتابیں:۔

(ا) کتاب العلل لابن المدینی

(ب) علل الحدیث لابن ابی حاتم

(ج) العلل و معرفۃ الرجال لاحمد بن حنبل

(د) العلل الکبیر و العلل الصغیر للترمذی

(ہ) العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویۃ للدار قطنی

اس موضوع پر سب سے زیادہ جامع کتاب ہے۔

۷۔ مخالفۃ الراوی للثقات

جس حدیث کا راوی ثقہ راویوں کی مخالفت کرے تو اس اختلاف کی وجہ سے علوم حدیث میں درج ذیل اقسام پیدا ہونگی۔

مدرج، مقلوب، سند متصل میں اضافہ، مضطرب اور مصحف۔

۱۔ اگر سیاق اسناد میں تبدیلی کی وجہ سے ثقہ راویوں سے اختلاف ہو جائے یا موقوف حدیث مرفوع میں پیوستہ ہو جائے اسے مدرج کہا جائے گا۔

۲۔ اگر ثقہ راویوں سے اختلاف کی وجہ سے تقدیم و تاخیر ہو تو اسے مقلوب کہا جائے گا۔

۳۔ اگر اختلاف ایک راوی کے اضافے کی وجہ سے ہو تو اسے مزید فی متصل الاسناد کہا جائے گا۔ یعنی ایک متصل سند میں اضافہ۔

۴۔ اگر متصل سند میں اضافہ ایک راوی دوسرے کے ساتھ بدلنے یا متن کا ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراؤ کی وجہ سے ہو اور کوئی ترجیحی سبب بھی موجود نہ ہو تو اسے مضطرب کہا جائے گا۔

۵۔ اگر اختلاف بجائے سیاق کے ساتھ محض الفاظ میں تبدیلی کے باعث ہو جائے تو اس کو مصحف کہا جائے گا۔

مدرج

ما غیر سیاق اسنادہ، او ادخل فی متنہ ما لیس منہ بلا فصل سند سیاق کو بدل ڈالے یا متن میں کچھ الفاظ کا اضافہ کیا جائے جو متن میں سے نہیں۔

(الف)۔ مدرج الاسناد

(ب)۔ مدرج المتن

مدرج الاسناد کی مثال ثابت بن موسی الزاہد کا جو قصہ جو انہوں نے روایت کیا ہے

"من كثرت صلاته بالليل حسن وجهه بالنهار" (۴۲) جو رات کو کثرت سے نماز پڑھتا ہے اس کا چہرہ خوبصورت ہو جاتا ہے اس کا واقعہ یوں ہے کہ ثابت بن موسیٰ شریک بن عبداللہ کی مجلس میں گئے شریک بن عبداللہ اپنے شاگردوں کو حدیث املاء کرا رہے تھے اور فرما رہے تھے۔ حدثنا الاعمش عن ابی سفیان عن جابر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے تاکہ حدیث تلامذہ نوٹ کر لیں اسی اثناء میں شریک بن عبداللہ نے ثابت بن موسیٰ کی طرف دیکھا اور فرمایا من کثرت صلاته بالليل حسن وجهه بالنهار قاضی شریک کی مراد ثابت کا زهد و تقویٰ بیان کرنا تھا مگر ثابت یہ سمجھے کہ یہ سند کا متن ہے جسے قاضی شریک نے سنایا ہے۔ اس کے بعد یہ ہوا کہ ثابت اس قول کو لوگوں سے بطور حدیث بیان کرتے رہے۔

مدرج فی المتن

اس کی تین صورتیں ہیں۔

الف۔ ادراج ابتدائے متن میں

مثاله عن ابی هریره قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اسبغوا الوضوء ویل للاعقاب من النار اس میں اسبغوا الوضوء ابو هریره کا کلام ہے۔ حدیث کا متن نہیں۔ دوسری روایت میں یوں حدیث وارد ہے جو صحیح ہے عن ابی هریره قال اسبغوا الوضوء فان ابا القاسم صلی الله علیه وسلم قال ویل للاعقاب من النار۔ (۴۳)

ترجمہ:۔ ابو ہریرۃ نے فرمایا وضو میں اعضاء پورے پورے دھویا کرو اس لئے کہ ابو القاسم ﷺ نے فرمایا خشک رہنے والی ایڑیوں کے لئے جہنم کی آگ ہے۔

ب۔ وسط حدیث میں ادراج

مثل حدیث عائشہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتحنث فی غار حرا وھو التعبد اللیالی ذوات العدد (۴)
نبی پاک غار حرا میں راتوں کو عبادت کیا کرتے تھے۔

تحنث بمعنی تعبد کی وضاحت امام زھری کا کلام ہے جو مدرج ہے۔
اور بطور تشریح شامل ہو گیا ہے۔

ج۔ آخر حدیث میں ادراج

ابوھریرۃ کی روایت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من امتی یدعون یوم القیامۃ غرا محجلین من اثار الوضوء فمن استطاع منکم ان یطیل غرتہ فلیفعل
فمن استطاع منکم سے آخر تک مدرج ہے اور یہ ابوھریرۃ کا کلام ہے۔ متن حدیث نہیں۔

ادراج کی وجوہات

ادراج کی وجوہات متعدد ہیں جن میں سے مندرکہ ذیل زیادہ مشہور ہیں۔

ا۔ کسی شرعی حکم کا بیان

ب۔ حدیث مکمل ہونے سے پہلے ہی اس سے کسی شرعی حکم کا استنباط

ج۔ حدیث میں وارد کسی قلیل الاستعمال لفظ کی تشریح

ادراج کا حکم

محدثین اور فقہاء کے نزدیک ادراج حرام ہے۔ البتہ اس سے یہ صورت مستثنی ہے کہ حدیث میں وارد کسی ایسے لفظ کی تشریح شامل روایت کر دی جائے جو عمومی طور پر بہت کم استعمال میں آتا ہو یعنی لغت کے لحاظ سے وہ غریب الفاظ کے ضمن میں آتا ہو اسی وجہ سے زہری وغیرہ بعض آئمہ نے روایات میں تشریح و توضیح کے بعض الفاظ بڑھا دیئے ہیں۔

اس موضوع پر مشہور تصانیف

د الفصل للوصل المدرج فی النقل ، للخطیب البغدادی

ب تقریب المنہج بترتیب المدرج ، لابن حجر

مقلوب

ابدال لفظ باخرفی سند الحدیث او متنہ بتقدیم او تاخیر و نحوہ

حدیث کی سند یا متن میں تقدیم یا تاخیر کے ذریعے ایک لفظ کو دوسرے سے بدل دینا مقلوب کہلاتا ہے۔

مقلوب السند

(الف) کوئی راوی کسی راوی کے اپنے اور والد کے نام میں تقدیم و تاخیر کر دے مثلاً "کعب بن مرہ" کے بجائے "مرہ بن کعب" روایت کرے۔

(ب) راوی کے نام بدل دے مثلاً "سالم" سے منسوب حدیث کو "نافع" کی طرف منسوب کرے۔

مثال

ماروا ه حماد النصیبی عن الا عمش عن ابی صالح عن ابی ہریرہ مرفوعا اذا لقیتم المشرکین فی طریق فلا تبدوھم بالسلام (۹۵)

ترجمہ :- تمہاری ملاقات مشرکین سے راستے میں ہو جائے تو تم سلام میں پہل نہ کیا کرو۔

حماد النصیبی نے اس سند کے اندر اعمش کا نام لیا ہے حالانکہ صحیح سند میں اعمش کے بجائے سہیل کا نام آیا ہے درست سند یوں ہے ماروا ه حماد النصیبی عن سھیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ھریرہ (اخرجہ مسلم)

مقلوب المتن

دو صورتیں ہیں۔

ا۔ راوی متن حدیث کے اندر تقدیم و تاخیر کرتا ہے مثلاً مسلم میں ابو ہریرہ کی وہ روایت جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سات اشخاص کا ذکر فرمایا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ بروز قیامت سایہ عطا فرمائے گا ان میں سے ایک شخص وہ ہے جس نے تصدق بصدقة فاخفاها حتى لا تعلم يمينه ما تنفق شماله یعنی صدقہ کو اتنا پوشیدہ رکھا کہ اس کے بائیں ہاتھ کے دیے کو دایاں ہاتھ بھی نہ جان سکا ان الفاظ میں تقدیم و تاخیر ہوئی ہے۔

صحیح روایت یوں ہے۔

حتى لا تعلم شماله ما تنفق يمينه (۴۹)

۲۔ ایک حدیث کی سند میں دوسری حدیث کا متن داخل کرنا (امتحان کی خاطر) بغداد کے محدثین نے امام بخاری کا امتحان لیا چنانچہ انہوں نے سو حدیثوں کی اسناد و متون الٹ پلٹ کر کے امام بخاری کے سامنے پیش کیے۔ امام صاحب نے ہر متن کو اس کے اصل سند کے ساتھ اور ہر سند کو اس کے اصلی متن کے ساتھ ملحق کر کے باترتیب سنایا۔ (تاریخ بغداد ۲/۲۰)

المزید فی متصل الاسانید

زيادة راو في اثناء سند ظاهره الاتصال اگر کسی راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ راویوں کی مخالفت کرتے ہوئے سند میں راوی کا نام بڑھا دیا ہو تو حدیث کو المزيد في متصل الاسانيد کہتے ہیں۔

قلب پر آمادہ کرنے والے اسباب

ا۔ لوگوں کو اپنی روایات سننے اور اخذ کرنے کے لیے ان روایات پر غرابت پیدا کرنا۔

ب۔ محدث کے ضبط و حفظ کا امتحان لینا۔

ج- بعض اوقات غیر ارادی طور پر تقدیم و تاخیر کی غلطی کر بیٹھنا۔

قلب کا حکم

ا- اگر غرابت و ندرت پیدا کرنا مقصود ہو تو یہ عمل ناجائز ہے۔

ب- اگر امتحان و آزمائش مقصود ہو تو اس شرط پر جائز ہے کہ مجلس کے برخاست ہونے سے قبل درست روایت بتا دی جائے۔ تاکہ کوئی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائے۔

ج- اگر سہو یا خطاء سے ہو جائے تو ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں وہ (راوی) معذور ہو گا۔ لیکن اس سے بکثرت ایسا ہونے لگے تو اس صفت ضبط و حفظ میں خلل واقع ہو گا۔ اور پھر لازماً ضعیف قرار دیا جائے گا۔

اس موضوع پر مشہور تصانیف

کتاب "رافع الارتیاب فی المقلوب من الاسماء والالقاب" للخطیب البغدادی- المزید فی متصل الاسانید: زیادة راو فی اثناء سند ظاہرہ الاتصال-

کسی راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ راویوں کی مخالفت کرتے ہوئے سند میں راوی کا نام بڑھا دیا۔

مثال

ماروہ ابن المبارک قال حدثنا سفیان عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن بسر بن عبید اللہ قال سمعت ابا ادریس الخولانی قال سمعت واثلة بن الاسقع یقول سمعت ابا مرثد یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لاتجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیہا قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو۔(۹۷)

اس مثال میں سفیان اور ابو ادریس کا اضافہ ہوا ہے اور دونوں مقامات پر زیادتی ایک

وہم کا نتیجہ ہے۔ سفیان کی زیادتی ابن المبارک کے شاگردوں کی ہے کیونکہ بہت سے ثقہ راویوں نے ابن المبارک عن عبدالرحمن حدیث نقل کی ہے اور ابو ادریس کی زیادتی ابن مبارک کا وہم ہے کیونکہ بہت سے ثقات راویوں نے عبدالرحمن بن یزید سے روایات نقل کی ہیں اور ابو ادریس کا نام نہیں لیا۔

زیادتی (اضافہ کرنے والے) کی روایت کو رد کرنے کے لیے شروط:

۱۔ جن لوگوں نے اضافہ نہیں کیا وہ اضافہ کرنے والوں سے زیادہ ثقہ ہوں۔

۲۔ اضافے کی جگہ پر (کسی اور سلسلہ سند میں) لفظ سماع کی صراحت ہو۔

مضطرب

ان یخالف الراوی غیرہ من الرواۃ بابدال شیء فی اسناد الحدیث او متنہ ولا مرجح لذلک اگر راوی دوسرے ثقہ راویوں کے برخلاف سند حدیث یا متن کو بدل دے اور ترجیح کی کوئی (کسی طرف) دلیل نہ ہو تو اس حدیث کو مضطرب کہتے ہیں۔

شروط الاضطراب

(۱) حدیث مختلف سندوں سے مروی ہو۔

(۲) قوت کے اعتبار سے ساری سندیں برابر ہوں۔

(۳) ترجیح یا جمع (تطبیق) کی کوئی صورت ممکن نہ ہو۔

مضطرب السند کی مثال

حدیث ابی بکر رضی اللہ عنہ انہ قال یارسول اللہ اراک شبت، قال شیبتنی ھود واخواتھا۔ (۹۸) (ابو بکر نے کہا یارسول اللہ میں دیکھ رہا ہوں آپ بوڑھے ہوگئے ہیں تو آپ ؐ نے فرمایا کہ مجھے ھود اور اس قسم کی دوسری سورتوں نے بوڑھا کردیا۔ امام دار قطنی نے کہا کہ یہ حدیث مضطرب الاسناد ہے۔ اس لیے کہ اس حدیث کا دارومدار ابو اسحاق ہے بعض نے اسے مرسل بعض نے موصولاً روایت کیا ہے۔ کسی نے اسے مسند ابی بکر میں شمار کیا کسی نے مسند سعد میں اور کسی نے مسند

عائشہ میں شمار کیا ہے۔ ان میں کسی کو کسی پر ترجیح بھی نہیں دی جاسکتی۔ اس میں دس اقوال ہیں لہٰذا یہ حدیث مضطرب الاسناد کہلائے گی۔

مضطرب المتن

مثال امام ترمذی نے شریک عن ابی حمزہ عن الشعبی عن فاطمۃ بنت قیس کی روایت نقل کی ہے۔ "سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الزکاۃ فقال ان فی المال لحقا سوی الزکاۃ " (۹۹) (یعنی مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق ہے) اس روایت کو ابن ماجہ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے (لیس فی المال حق سوی الزکاہ) (۱۰۰) مال میں زکوۃ کے علاوہ کوئی حق نہیں۔ عراقی فرماتے ہیں کہ یہ ایسا اضطراب ہے کہ جس میں تاویل ممکن نہیں۔

اس موضوع پر مشہور تصانیف

" المقترب فی بیان المضطرب لابن حجر" کی کتاب اس موضوع پر بہترین کتاب ہے۔

مصحف

تغییر الکلمۃ فی الحدیث الی غیر مارواھا الثقات لفظا او معنی تصحیف حدیث کے ان کلمات کو جو ثقہ راویوں نے روایت کئے ہوں لفظی اور معنی طور پر بدل ڈالنا ہے۔

الف۔ اسناد میں تصحیف کی مثال

حدیث شعبہ عن العوام بن مراجم۔ اس میں ابن معین نے تصحیف کرکے کہا۔ عن العوام بن مزاحم

ب۔ متن میں تصحیف

زید بن ثابت کی حدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

احتجر فی المسجد یعنی مسجد میں حجرہ بنایا۔

ابن لہیعہ نے تصحیف کرکے یوں نقل کیا۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم فی المسجد) یعنی آپ نے مسجد میں سینگی لگوائی۔ ان کے علاوہ مزید مثالیں۔

سماعت کی کمزوری سے کی وجہ سے تصحیف

مثال۔ عاصم الاحول کے بجائے بعض نے واصل الاحدب کا نام لیا۔

نظر کی کمزوری کی وجہ سے تصحیف

حدیث من صام رمضان واتبعہ ستامن شوال (۱۰۱)

ابوبکر صولی نے تصحیف کی اور اس طرح نقل کیا من صام رمضان واتبعہ شیئامن شوال

معنی میں تصحیف مثال

ابو موسیٰ العنزی کا قول نحن قوم لنا شرف، نحن من عنزہ صلی الینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" ہم عنزہ قبیلہ سے تعلق رکھنے والی قوم کو یہ شرف حاصل ہے کہ نبی کریمؐ نے ہماری طرف رخ کرکے نماز پڑھی۔ اس کا اشارہ اس حدیث کی طرف ہے جس میں یہ بات ہے کہ نبی پاکؐ نے عنزہ یعنی چھڑی کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی۔

حالانکہ عنزہ سے مراد سترہ ہے (وہ چیز ہے جو نمازی کے سامنے نصب کی جاتی ہے)

کیا تصحیف راوی کو مجروح کردیتی ہے؟

ا۔ اگر راوی سے تصحیف کا ظہور شاذ و نادر ہو تو اس کا حفظ و ضبط کو مجروح نہیں کیا جائے گا۔ اس لیے کہ معمولی غلطی سے کوئی شخص بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔

ب۔ لیکن اگر اس قسم کی تصحیف راوی سے بکثرت ہونے لگ جائے تو راوی کی عدالت ضبط و حفظ کے لحاظ سے مجروح ہو جائے گی۔ اور اسے روایت حدیث کی

خدمت کے لیے ناقل قرار دینے کے لیے کافی ہوگی۔

اس موضوع پر اہم تصانیف

ا۔ التصحیف للدارقطنی

ب۔ اصلاح خطاء المحدثین للخطابی

ج۔ تصحیفات المحدثین لابی احمد العسکری

۸۔ الجہالۃ بالراوی: عدم معرفۃ عین الراوی او حالہ

راوی کی ذات یا صفات کا مجہول ہونا (پتہ نہ چلنا) اس کی چھ صورتیں ہیں۔

ا۔ ساقط یا محذوف ہونا۔ سند کے دوران کسی مقام پر کوئی راوی رہ جائے یہ بھی مجہول ہوتا ہے معلق، مرسل، معضل اور منقطع وغیرہ میں راوی ساقط ہوتا ہے۔

۲۔ راوی کا ذکر سند کے اندر مذکور تو ہو مگر مبہم ہو مثلاً حدثنی فلان یا حدثنی شیخ یا عن رجل وغیرہ اس کو مبہم کہتے ہیں۔

۳۔ مبہم راوی کا نام سند میں مذکور تو ہو مگر کوئی ایسا لقب یا وصف ساتھ نہیں جسے اس کی تعیین ہو سکے یعنی نام مشترک ہے مثلاً حدثنی محمد، تعیین نہیں ہو سکی۔

۴۔ ایک راوی کے نام یا صفات بہت زیادہ ہیں۔ (متکثر الاسماء والنعوت) مثلاً محمد بن سائب بن بشر الکلبی اس کو مختلف ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ محمد بن سائب محمد بن بشر، حماد بن سائب کنیت بھی زیادہ ہے۔ ابو النصر، ابو سعید، ابو ہشام وغیرہ۔

۵۔ روایت کرنے والے کا نام تو معلوم ہو مگر اس سے روایت کرنے والا صرف ایک ہو ایسے راوی کو مجہول العین کہا جاتا ہے۔

مجہول عین کو دور کرنے کی تین صورتیں ہیں۔

(الف) اگر کتب احادیث کے تتبع سے پتہ چل جائے کہ اس کے ایک کے علاوہ اور بھی شاگرد ہیں تو جہالت عینیہ ختم ہوگی۔

(ب) دیکھا جائے گا کہ اس راوی کو اس کے ایک شاگرد کے علاوہ کسی اور نے بھی ثقہ

کہا ہے اگر کوئی اور محدث اس کو ثقہ کہدے تو جہالت عینیہ ختم ہو جائے گی۔

(ج) وہ شخص جو روایت کرنے میں منفرد ہے وہ خود توثیق کرتا ہے اور دیکھا جائے گا اگر وہ توثیق کی اہلیت رکھتا ہے تو اس کی توثیق (تصدیق) قابل قبول ہوگی اور جہالت عینیہ دور ہو جائے گی۔

(الف) میں اختلاف نہیں جہالت عینیہ ختم ہو جائے گی۔

(ب) اور (ج) میں اختلاف ہے لیکن راجح بات یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں بھی جہالت عینیہ ختم ہو جائے گی۔

۸۔ مجہول الحال یا مستور

راوی کا نام مذکور اور معین ہو اور اس سے روایت کرنے والے بھی زیادہ ہوں مگر اس کی توثیق کہیں نہیں مل رہی یعنی اس کے متعلق نہ جرح ہو نہ تعدیل تو اسے مجہول الحال یا مستور کہتے ہیں۔ اس قسم کے راوی کے بارے میں توقف کا حکم ہے جب تک اس کے متعلق معلوم نہ ہو۔ تحقیق سے ثقہ ثابت ہو جائے تو مستوریت ختم ہو جائے گی اگر اس کے برعکس ہے تو ضعیف میں اس کا شمار ہوگا۔

۹۔ البدعۃ

الحدث فی الدین بعد الاکمال اوما استحدث بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاعتقاد والاعمال (تکمیل دین کے بعد اس میں اضافہ کرنا)

یا

ان اعتقاد اور اعمال کو بدعت کہتے ہیں جن کو دین میں شامل کرے جو دین سے نہ ہو۔

بدعت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) بدعت مکفرۃ (جو بدعت سبب کفر ہو)

(۲) بدعت مفسقۃ (بدعت جو سبب فسق ہو)

بدعت مکفرۃ

ایسی بدعت سے جو آدمی کو کفر تک پہنچادے مثلاً وہ ایسا اعتقاد رکھے جس سے کفر لازم آتا ہے۔ قطعی بات یہ ہے کہ جو شخص شریعت کے کسی ایسے متواتر امر کا انکار کرے جو ضروریات دین میں سے ہو یا اس کے برعکس اعتقاد رکھے۔ اس کی روایت رد کر دی جائے گی۔

بدعت مفسقہ

جس راوی کی بدعت فسق تک محدود ہو تو اس کی روایت درج ذیل شرطوں کے ساتھ محدثین کے نزدیک قابل قبول ہے۔

(الف) راوی میں اس بدعت کے علاوہ اور کوئی صفت موجب رد نہ ہو۔

(ب) جس روایت کے بیان کرنے میں وہ متفرد ہے اس کے بدعی عقائد کی تائید میں نہ ہو۔

(ج) بدعت کا داعی نہ ہو۔

داعی بدعت سے مراد

(الف) اس بدعت کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والا نہ ہو۔

(ب) اس بدعت پہ کھلم کھلا (علی الاعلان) عمل کرنے والا نہ ہو بلکہ چھپ کر عمل کرنے والا ہو۔

۱۰۔ سوء الحفظ (حافظے کی خرابی)

راوی کے اسباب طعن میں سے یہ دسواں سبب ہے اس کی تعریف یوں ہے۔

هو من لم يرجح جانب اصابته على جانب خطئه اس کے صواب کی جانب خطا پر راجح نہ ہو۔

اس کی دو قسمیں ہیں۔

(ا) (سوء حفظ اصلی) (لازم) جو لازم امر فطری ہو ایسے راوی کی کوئی روایت جس کے

بیان کرنے میں وہ منفرد ہو مقبول نہیں۔ اس حدیث کو شاذ کہتے ہیں بعض منکر بھی کہتے ہیں۔

(۳) سوء حفظ طاری۔ جو کسی حادثہ یا بوڑھاپے کے سبب سے لاحق ہو۔ اسے اختلاط کہتے ہیں اور ایسے راوی کو مختلط۔ اس دوسری قسم میں اختلاف ہے مختلط چار حال سے خالی نہیں۔

(الف) اختلاط سے قبل حدیث بیان کی اور بعد میں کوئی حدیث بیان نہیں کی۔ اس کی حدیث مقبول ہے۔

(ب) اختلاط سے پہلے حدیث بیان کی ہی نہیں بالاتفاق اس کی روایت مردود ہے۔

(ج) اختلاط سے قبل بھی اور بعد میں بھی حدیث بیان کرتے رہے جب تحقیق سے ثابت ہو جائے تو قبل اختلاط والی روایت مقبول اور بعد اختلاط والی روایت مردود ہوگی۔

(د) معلوم نہ ہو سکا کہ روایت قبل اختلاط ہے یا بعد اختلاط، اس صورت میں توقف کی جائے گی جب تک تحقیق نہ ہو توقف بھی رد کی ایک صورت ہے۔

بیان اسناد

حدیث مسند

مرفوع صحابی بسند ظاهره الاتصال جس حدیث کی سند بظاہر متصل ہو اور اس میں صحابی کا نام بھی موجود ہو، مسند کہلاتی ہے جس روایت میں انقطاع کا صرف احتمال ہو مگر بظاہر متصل ہو، اسے بھی مسند ہی کہیں گے مدلس راوی جب عن۔ عن۔ کہہ کر روایت کرے یا ہم عصر راوی جس کی ملاقات اپنے استاد سے ثابت ہے ان کی حدیث کو بھی مسند کہتے ہیں خطیب بغدادی کے نزدیک مسند اور متصل ایک ہی چیز ہے۔

علامہ ابن عبدالبر نے مسند اور مرفوع کو ایک ہی سمجھا ہے حالانکہ اس تعریف کے مطابق مرسل، معضل اور منقطع حدیث (جب اس کا متن نبی پاک ﷺ کی طرف منسوب ہو) بھی

سند شمار ہوگی حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

علو اسناد

جس حدیث کی سند میں راویوں کی تعداد کم ہو اسے عالی کہا جائے گا۔ ان شرائط کے ساتھ کسی سند کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنا علو مطلق اور کسی مشہور امام حدیث (مثلاً شعبہ، مالکؒ، ثوریؒ، شافعیؒ، بخاریؒ، مسلمؒ وغیرہ) تک پہنچنا علو نسبی کہلاتی ہے۔

موافقت

حدیث کی کسی کتاب کے مولف کے شیخ تک کسی دوسری سند سے پہنچ جائیں موافقت کہلاتی ہے مثلاً امام بخاری ایک حدیث قتیبہ سے اور وہ مالک سے روایت کرتے ہیں وہ حدیث ہم تک آٹھ واسطوں سے پہنچی ہے اب وہی حدیث ہمیں ایک اور طریق سے ملے جس میں ہمارے اور قتیبہ کے درمیان سات واسطے ہوں تو ہمیں دوسری روایت میں (جس میں راویوں کی تعداد کم ہو) امام بخاری کے استاد سے موافقت حاصل ہو گئی اور سند بھی عالی ہو گئی۔

بدل

ایک حدیث جس سند سے کسی مصنف کے استاد تک پہنچی ہے۔ دوسری سند سے اس کے دوسرے استاد تک پہنچے تو دوسری سند والا استاد پہلے کا بدل کہلائے گا۔ مثلاً امام بخاری نے ایک حدیث عن قتیبہ عن مالک کی سند سے روایت کی ہو اور دوسری سند سے وہی حدیث القعنبی عن مالک کی سند سے روایت کی ہو تو دوسری سند میں القعنبی پہلی سند والے قتیبہ کا بدل ہوں گے۔ بدل میں علو اسناد کا اعتبار ہوتا ہے ورنہ موافقت اور بدل دونوں علو سند کے بغیر بھی واقع ہو سکتے ہیں۔

مساوات

علو نسبی کی ایک قسم کی مساوات بھی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً امام نسائی نے ایک حدیث گیارہ واسطوں سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ اب ایک

اور محدث وہی حدیث ایک اور سند سے روایت کرے جس میں اتنے ہی واسطے پائے جائیں تو وہ محدث امام نسائی سے مساوات حاصل کرے گا۔

مصافحہ

مصنف (محدث) کتاب کے تلمیذ کے ساتھ مساوات کو مصافحہ کہتے ہیں۔ اوپر کی مثال میں جب دوسرے محدث کی مساوات امام نسائی کے شاگرد سے ہو جائے تو اسے مصافحہ کہتے ہیں۔

نزول اور اس کی اقسام

اوپر بیان کی جانے والی علو کی اقسام کے مقابلے میں نزول اور سند عالی کے مقابلے میں سند نازل ہے پس علو و نزول دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔

روایۃ الاقران

جب راوی اپنے کسی قرین (ساتھی) سے روایت نقل کرے۔

مثال

سلیمان تیمی کی مسعر بن کرام سے روایت کیونکہ یہ دونوں ساتھی ہیں لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ مسعر نے بھی سلیمان سے کوئی روایت نقل کی ہے یا نہیں۔

مدبج

کوئی دو ساتھی آپس میں ایک دوسرے سے روایت کریں۔

مدبج خاص ہے۔ روایۃ الاقران عام ہے۔ ہر مدبج اقران ہے اور ہر اقران مدبج نہیں مثال صحابہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابو ھریرہ اور حضرت ابو ھریرہ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کرنا۔

تابعین میں سے

امام زھری کا حضرت عمر بن عبدالعزیز سے اور اس کے برعکس۔

تبع تابعین

امام مالک کا اوزاعی اور اوزاعی کا امام مالک سے۔

روایۃ الاکابر عن الاصاغر

کسی شخص کا ایسے راوی سے روایت نقل کرنا جو عمر و طبقہ یا علم و حافظہ کے لحاظ سے اس سے کم درجہ کا ہو۔

باپ کی بیٹے سے روایت، صحابہ کی تابعین سے اور استاد کی اپنے شاگرد سے بھی اسی ضمن میں آتی ہے۔ اس قسم کی روایات کم ہیں اور ان کی معرفت کا فائدہ یہ ہے کہ راویوں کے مراتب معلوم ہوں اور ہر ایک کو اس کے مقام پر رکھا جائے۔

حافظ ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم وراق (۴۰۳ھ) کی ایک کتاب ہے جس کا نام ہے مارواہ الکبار عن الصغار والاباء عن الابناء

روایت عن ابیہ عن جدہ

بعض اسناد میں راوی عن ابیہ عن جدہ روایت کرتا ہے جیسے عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو عن ابیہ عن جدہ حافظ علائی نے اس موضوع پر ایک کتاب الوشی المعلم فی من روی عن ابیہ عن جدہ عن النبی لکھی ہے۔

(۱) مختلف صورتیں راوی اپنے باپ سے روایت کرے (دادا سے نہ کرے) اور یہ اسناد میں کثیر الوقوع ہے۔

(۲) راوی اپنے باپ سے اور وہ دادا سے یا راوی اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے روایت کرے۔

اس سند میں تحقیق کے بعد یہ بات منکشف ہوئی کہ جدہ کی ضمیر عمرو کے بجائے شعیب کی طرف ہے اور اس سے مراد عبداللہ بن عمرو صحابی رضی اللہ عنہ ہیں۔

سابق و لاحق

کسی شیخ سے دو راوی روایت نقل کریں جن کی وفات میں طویل زمانہ کا فرق ہو۔

پہلے وفات پانے والا سابق اور دوسرا لاحق کہلاتا ہے۔

مثلاً امام بخاری کے ایک استاد ابو العباس سراج (۳۱۶ھ) تھے۔ بخاری کے علاوہ اس کے ایک شاگرد ابو الحسین خفاف (۳۹۳ھ) بھی تھے۔ بخاری کا سن وفات ۲۵۶ھ ہے۔ پس ان دونوں کی وفات میں ۱۳۷ سال کا فرق ہے۔

اس موضوع پر خطیب بغدادی کی کتاب ہے جس کا نام کتاب السابق واللاحق ہے۔

مسلسل حدیث

بعض سندوں میں اداء کے صیغے مثلاً سمعت، حدثنا اخبرنا، حدثنی، انبانا وغیرہ مسلسل چلتے ہیں یا کوئی لفظ مثلاً ہر راوی کا قسم کھا کر بیان کرنا یا کوئی فعل مثلاً ہر راوی کا بوقت روایت مسکرانا یا کوئی خاص حرکت کرنا یا قول و فعل متواتر چلتے ہیں پس ایسی روایت کو مسلسل کہتے ہیں۔

اداء کے صیغے

(۱) سمعت، حدثنی

(۲) اخبرنی، قرأت علیہ

(۳) قری علیہ وانا اسمع

(۴) انبانی

(۵) ناولنی

(۶) شافھنی

(۷) کتب لی

(۸) عن، قال، روی

(الف) سماع کی صورت میں سمعت یا حدثنی

(ب) قرآت کی صورت میں اخبرنی

(ج) اجازت کی صورت میں انبانی

(د) سماع مذاکرہ کی صورت میں قال لی (مجھ سے فلاں نے کہا) یا ذکر لی

متفق و مفترق

اگر راویوں کے نام اور ان کے آباء کے نام ایک جیسے ہوں یا ان کی کنیت یا نسبت ایک جیسی ہو مگر اشخاص مختلف ہوں تو اس قسم کو متفق و مفترق کہتے ہیں۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ متعدد اشخاص کو ایک نہ سمجھ لیا جائے۔ مہمل میں ایک شخص کو متعدد سمجھنے کا خدشہ ہوتا ہے۔

مثال

(ا) خلیل بن احمد، اس نام کے چھ اشخاص ہیں جن میں سے سب سے زیادہ مقدم شیخ سیبویہ ہیں۔

(ب) احمد بن جعفر بن حمدان۔ اس نام کے چار اشخاص ایک ہی زمانہ میں تھے۔

(ج) عمر بن خطاب۔ اس نام کے چھ افراد تھے۔

خطیب بغدادی کی ایک کتاب ہے جس کا نام "المتفق و المفترق" ہے۔

موتلف و مختلف

اگر ناموں کا رسم الخط ایک جیسا ہو، صرف نقطوں یا شکل کا فرق ہو مثلاً عباس یا عیاس، شریح اور سریج اور سریج وغیرہ۔

اس موضوع پر مستقل کتاب عبدالغنی بن سعید کی ہے جس کا نام الموتلف و المختلف ہے۔

متشابہ

کئی راویوں کے نام ایک ہوں اور ان کے باپوں کے نام خط میں ایک جیسے مگر نقطوں یا تلفظ میں مختلف ہوں۔

(الف) مثلاً محمد بن عقیل (ع پر پیش) اور محمد بن عقیل (ع پر زبر)

(ب) شریح بن نعمان اور سریج بن نعمان (راویوں کا نام مختلف باپ کے نام یکساں اس موضوع . خطیب بغدادی " کی کتاب ہے جس کا نام تلخیص

المتشابه فی الرسم ہے۔

معرفت ولادت و وفات

راویوں کے سن ولادت اور وفات کا علم بھی بہت اہم ہے تاکہ بعض جھوٹے راویوں کا پول کھل جائے جنہوں نے صحابہ یا تابعین وغیرہم سے ملاقات کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے مثلاً اسماعیل بن عیاش سے روایت ہے کہ فرمایا کہ میں عراق میں تھا وہاں کے اہل حدیث میرے پاس آئے انہوں نے مجھ سے کہا کہ ایک شخص ہے جو خالد بن معدان سے احادیث روایت کرتا ہے چنانچہ میں اس شخص کے پاس پہنچا اور اس سے دریافت کیا کہ تم نے خالد بن معدان سے روایت کس سال کی۔ اس نے کہا ۱۱۳ھ تب میں نے کہا کہ تمہارا خیال ہے کہ تم نے خالد بن معدان سے ان کی وفات کے سات سال بعد ان سے سماعت حدیث کی ہے کیونکہ وہ ۱۰۶ھ میں وفات پاچکے تھے۔

مراتب جرح و تعدیل

جرح کے مراتب یہ ہیں۔

(۱) بدترین درجہ جیسے اکذب الناس

(۲) دجال، کذاب، وضاع (اوسط)

(۳) لین، سیئ الحفظ، فیہ ادنی مقال (ادنیٰ درجہ کی جرح)

تعدیل کے مراتب

(۱) اوثق الناس، اثبت الناس، تعدیل میں مبالغہ کے الفاظ

(۲) ثقہ ثقہ۔ ثبت، ثبت حجۃ حافظ، عدل ضابط (یہ درمیانہ درجہ ہے)

(۳) شیخ یروی حدیثہ، معتبر یہ پھر ان تینوں کے درمیان اور کئی مراتب ہیں مزید تفصیل کے لیے دیکھیے۔ (تقریب التھذیب للابن حجر)

قبول تزکیہ کی شرائط

تزکیہ (تعدیل) اگر کسی ماہر فن محدث کی طرف سے واقع ہو تو اسے قبول کیا جائے گا

صحیح تر قول کے مطابق اس میں کسی عدد کی شرط نہیں۔ صرف ظاہر پر حکم لگانے والے غیر ماہر فن حدیث کی جرح و تعدیل معتبر نہیں۔ حکم لگانے والے کا خود عادل و بیدار مغز ہونا لازم ہے جرح میں افراط کرنے والے کی جرح قابل قبول نہیں۔ ابن الجوزی کے متعلق یہ بات معروف ہے کہ وہ غیر محتاط تھے جرح اگر کسی عارف و ماہر کی طرف سے ہو اور اس کا سبب بیان کیا گیا ہو تو تعدیل پر مقدم ہے ورنہ نہیں کسی راوی پر اگر جرح کی گئی ہو اور کسی نے اس کی تعدیل نہیں کی تو جرح مقبول ہے بشرطیکہ جرح کرنے والا ماہر فن ہو۔

کنیتوں کی معرفت

(۱) کئی لوگوں کی ایک سے زیادہ کنیتیں ہوتی ہیں جیسے ابن جریج کی کنیت ابو الولید بھی ہے اور ابو خالد بھی۔

(۲) بعض کی کنیت باپ کے نام جیسی ہے جیسے ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق المدنی اور اسحاق بن ابی اسحاق السبیعی

(۳) بعض کی کنیت ان کی بیوی سے ملتی جلتی ہے جیسے ابو ایوب انصاری ﷛ اور ام ایوب انصاریہ (دونوں صحابی ہیں)

(۴) بعض دفعہ راوی کے استاد کا نام اس کے باپ جیسا ہوتا ہے جیسے ربیع بن انس عن انس پہلا انس کا باپ ہے دوسرا استاد ہے دونوں الگ الگ ہیں ہاں عامر بن سعد عن سعد میں راوی کا باپ ہی اس کا استاد ہے۔

(۵) بعض دفعہ لوگوں کی نسبت کسی بعید (دور) امر کی طرف ہوتی ہے مثلاً الخزاء جوتا ساز خود چمڑے کا کام نہیں کرتا تھا لیکن اس کا اٹھنا بیٹھنا ان کے ساتھ تھا لہٰذا یہ اس نسبت سے مشہور ہوا اس طرح سلیمان التیمی بنی تمیم سے نہ تھا صرف اس کا مہمان تھا۔

(۶) بعض دفعہ راوی کا نام اس کے استاد اور استاد الاستاد جیسا ہوتا ہے جیسے عمران عن عمران عن عمران۔ پہلا عمران القصیر کہلاتا ہے دوسرا ابو رجاء العطاردی اور تیسرا مشہور صحابی عمران بن حصین ہے۔

اسی طرح سلیمان عن سلیم عن سلیمان، پہلا احمد الطبرانی، دوسرا ابن احمد الواسطی اور تیسرا ابن عبدالرحمن الدمشقی ہے۔

(۷) بعض دفعہ کسی راوی کے استاد اور شاگرد کا نام ایک جیسا ہوتا ہے جیسے بخاری کے ایک استاد کا نام مسلم (مسلم بن ابراہیم الفراھیدی البصری) اور شاگرد کا نام بھی مسلم (مسلم بن الحجاج القشیری) ہے۔ اسی طرح بعینہ یہی دو مسلم، عبد بن حمید کے ساتھ بالترتیب استادی اور شاگردی کا تعلق رکھتے ہیں۔

یحییٰ بن ابی کثیر کے ایک استاد اور ایک شاگرد ابو علی ہے، پہلا ابن عروہ اور دوسرا ابن یوسف۔

الحکم بن عتیبہ کا ایک استاد اور ایک شاگرد ابو علی ہے پہلا عبدالرحمن اور دوسرا محمد بن عبدالرحمن ہے۔

اس موضوع پر اہم کتاب ابوبشیر محمد بن احمد دولابی (۳۱۰ھ) کی ہے اس کا نام ہے "کتاب الکنی والاسماء"

اسماء مجردہ کی معرفت

یہ بھی اہم فن ہے۔

ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ میں اور ابن ابی خیثمہ اور بخاری نے اپنی تاریخوں میں اور ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل میں ان ناموں میں ثقہ اور ضعیف کی قید کے بغیر انہیں جمع کیا ہے۔ بعض نے صرف ثقہ، بعض نے صرف مجروحین، بعض نے کسی ایک کتاب کے مجرد اسماء جمع کیے ہیں۔

جنہوں نے صرف ثقہ کے نام جمع کیے جیسے العجلی، ابن حبان اور ابن شاہین اور جنہوں نے صرف مجروحین پر کلام کیا جیسے ابن عدی اور ابن حبان بعض نے خاص کتاب کے رجال کو جمع کیا ہے جیسے ابی نصر الکلاباذی نے رجال بخاری اور ابوبکر بن منجویہ نے رجال مسلم کو جمع کیا۔

اسمائے مفردہ کی پہچان

اس سے مراد ایسا نام ہے جو صرف ایک شخص کا ہو دوسرا کوئی شخص اس نام کا نہ پایا جائے مثلاً صندی بن سنان اور سندر وغیرہ۔
سفینہ صحابی تھا آپ کا نام مہران تھا۔ غیر صحابی "صندل" آپ کا نام عمر بن علی غزی کوفی تھا۔ اس موضوع پر حافظ احمد بن ہارون بردیجی کی کتاب "الاسماء المفردہ" اچھی تالیف ہے۔

آداب الشیخ والطالب

آداب الشیخ (المحدث)

۱۔ اخلاص نیت۔
۲۔ نشر حدیث کی نیت ہو اور ثواب کا طالب ہو۔
۳۔ علمی لحاظ سے بڑے کی موجودگی میں روایت نہ کرے بلکہ اس کی طرف رہنمائی کرے۔
۴۔ کسی کو سماع حدیث سے منع نہ کرے۔
۵۔ املاء کی محفل کا اہتمام کرے۔
۶۔ روایت اس وقت نہ کرے جب بڑھاپے یا مرض سے نسیان کا خطرہ ہو۔
۷۔ ابتدائی آداب میں وضو کرنا خوشبو لگانا اور بالوں کو کنگھی کرنا بھی شامل ہے۔
۸۔ عظمت حدیث کی خاطر باوقار ہو کر مجلس میں بیٹھے۔
۹۔ ابتداء و انتہا محفل پر تحمید و تسلیم پڑھے۔
۱۰۔ حاضرین کے علمی مقام کے مطابق بات کرے۔
۱۱۔ املاء کو حکایات پر ختم کرے تاکہ دل اکتا نہ جائے۔

حدیث بیان کرنے کی عمر

بعض نے پچاس سال بعض کے ہاں چالیس سال کی شرط ہے۔ واضح بات یہ ہے کہ جب بیان (روایت) کرنے کا اہل ہو تو روایت کر سکتا ہے۔

آداب الطالب

۱۔ اصلاح نیت۔

۲۔ حصول علم (حدیث) کا مقصد دنیوی فائدہ نہ ہو بلکہ دینی خدمت ہو۔

۳۔ سننے کے مطابق عمل کرے۔

۴۔ اللہ سے توفیق و نصرت کا طلب گار رہے۔

۵۔ حدیث (علم) کی طرف پوری توجہ رکھے کسی اور بات میں اپنے آپ کو مشغول نہ کرے۔

۶۔ اپنے اساتذہ کا دل سے احترام کرے۔

۷۔ اپنے ساتھیوں سے کوئی بات (علم کی بات) نہ چھپائے ورنہ کتمان علم کا مرتکب ہو گا۔

۸۔ حیاء و تکبر کی وجہ سے تحصیل علم میں پیچھے نہ رہے۔

۹۔ حدیث سننے اور لکھنے کے ساتھ ساتھ سمجھنے میں بھی حتی الامکان کوشش کرے۔

۱۰۔ مذاکرہ حدیث کا اہتمام کیا کرے۔

۱۱۔ سماع احادیث میں سب سے پہلے صحیحین (بخاری و مسلم) کو پڑھے پھر سنن اربعہ پھر دیگر موطاۃ، جوامع اور مسانید کو، اسی کے ساتھ ساتھ علم رجال اور علل سے بھی واقفیت حاصل کرلے۔

اس موضوع پر دو کتابیں بہت مفید ہیں۔

(۱) الجامع لاخلاق الراوی و السامع، للخطیب البغدادی۔

(۲) جامع بیان العلم و فضلہ، لابن عبدالبر۔

آداب کتابت

۱۔ کاتب حدیث ضبط و تحقیق میں پوری ہمت صرف کرے۔

۲۔ لفظوں کی وضاحت کا خیال رکھے۔

۳۔ اسماء (ناموں) کے اوپر اعراب لگائے بلکہ اسماء کا ضبط لکھے۔

۴۔ مشہور اصطلاحات کو چھوڑ کر مخصوص اصطلاحات استعمال نہ کرے۔

۵۔ کسی کتاب سے نقل کرتے ہوئے اس کے ساتھ ضرور مقابلہ کرے۔

۶۔ کسی کا قول نقل کرتے وقت مصادر اصلیہ کی طرف رجوع کرے۔

۷۔ جس کتاب یا مخطوطے سے حوالہ دے تو اس کی جلد صفحہ اور مطبع کا تذکرہ ضرور کرے۔

۸۔ اللہ رب العزت کے نام کے بعد عزوجل، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ اور ائمہ دین، محدثین عظام کے نام کے ساتھ رحمتہ اللہ علیہ ضرور لکھا کرے۔

۹۔ علمی استعداد کے مالک کسی بھی آدمی کا تذکرہ کرے تو ادب و احترام کے ساتھ کرے خواہ اس کی رائے کو رد ہی کرے۔

حرف آخر

اس کتابچہ کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں۔

(۱) اصطلاح حدیث کی بنیادی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے مثلاً مقدمہ ابن الصلاح، تدریب الراوی للسیوطی، علوم الحدیث للحاکم، الباعث الحثیث لابن کثیر، قواعد التحدیث القاسمی، الخلاصۃ فی اصول الحدیث للطیبی، جواہر الاصول لعلی القاری، نخبۃ الفکر و شرح النخبۃ لابن حجر عسقلانی۔
تیسیر مصطلح الحدیث للطحان، علوم الحدیث صبحی صالح، کتاب مصطلح الحدیث صالح العثیمین، اردو زبان میں مطالعہ حدیث از حنیف ندوی"، اصطلاحات حدیث طحان مترجم محمد سعد صدیقی، الدرایہ فی اصول الحدیث مولانا امجد العلی، عظمت حدیث مولانا عبدالغفار حسن (سابق استاذ الحدیث مدینہ یونیورسٹی)، تاریخ و اصول حدیث از پروفیسر میاں منظور احمد"

(۲) ہر اصطلاح کی تعریف عربی اور اردو زبان میں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۳) اصطلاحات کی تعریف کے ساتھ ساتھ مثالیں بھی دی گئی ہیں۔

(۴) مقدمہ کے اندر درج ذیل اہم عنوانات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

الف۔ اصول حدیث کی تاریخ اس موضوع کی اہم کتابیں۔

ب۔ علوم حدیث کا مختصر تعارف

ج۔ کتب حدیث کی قسمیں۔

د۔ محدثین کے القاب۔

قارئین سے گزارش ہے کہ اس کتابچہ کے اندر اگر کوئی قابل اصلاح بات نظر آئے تو ضرور رہنمائی فرمائیں شکر گزار ہوں گا۔

والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی النبی وآلہ وصحبہ اجمعین۔

مولف:

ڈاکٹر حمید اللہ عبدالقادر استاذ الحدیث والفقہ

ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور۔

حوالہ جات

۱- الحجرات ۶:۴۹

۲- مسند احمد، ۵/۲۹، ترمذی ص ۳۸۱ (ابواب العلم)

۳- تذکرۃ الحفاظ، ۱/۳

۴- ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ۱/۳۱-۳۲

۵- مسند احمد، ۱/۲۱

۶- الجامع الصحیح لامام مسلم، مقدمہ ۱/۶۷-۶۸ (طبع بیروت)

۷- مقدمہ الجامع الصحیح لامام مسلم

۸- تذکرۃ الحفاظ، ۱/۲۰

۹- تہذیب التہذیب، ۵/۱۱

۱۰- تذکرۃ الحفاظ، ۱/۴۴

۱۱- تذکرۃ الحفاظ، ۱/۵۴، الطبقات، ۷/۱۰

۱۲- تہذیب التہذیب، ۵/۶۵

۱۳- تہذیب التہذیب، ۹/۲۱۳

۱۴- تہذیب التہذیب، ۴/۲۷۵

۱۵- تذکرۃ الحفاظ، ۱/۲

۱۶- تذکرۃ الحفاظ، ۴/۱۹

۱۷- تہذیب التہذیب، ۹/۱۸۲

۱۸- البدایہ و النہایہ لابن کثیر، ۱۰/۳۲۵

۱۹- تہذیب التہذیب، ۷/۳۳۹

۲۰- تدریب الراوی، ص ۲۳۸

۲۱- شرح الشرح، ص ۳

۲۲- شرح الشرح، ص ۷

۲۳- تدریب، ص/۲۵۱

۲۴- شرح نخبۃ الفکر، ص ا
۲۵- شرح نخبۃ الفکر، ص ا (تعلیق)
۲۶- الجامع الصحیح للبخاری، ۷/۱ (کتاب الایمان)
۲۷- الجامع الصحیح للبخاری، ۲۱/۱ (کتاب العلم)
۲۸- الجامع الصحیح للبخاری، ۲۰/۱ (کتاب العلم)
۲۹- الجامع الصحیح للامام مسلم، ۱۷۹/۵ (کتاب المساجد)
۳۰- الجامع الصحیح للبخاری، ۶/۱ (کتاب الایمان)
۳۱- المستدرک للحاکم، ۱۹۶/۱
۳۲- الترمذی، ۲۹۳ ص (ابواب البر)
۳۳- تدریب الراوی، ۱۷۵/۲-۱۷۶
۳۴- الجامع الصحیح للبخاری، ۷/۱ (کتاب الایمان)
۳۵- الجامع الصحیح للبخاری، ۶۳/۲ (کتاب المغازی)
۳۶- الجامع الصحیح للبخاری ۱۰۵/۱ (کتاب الاذان)
۳۷- الترمذی، ۲۳۶/۱ (ابواب فضائل الجہاد)
۳۸- الترمذی، ۲۹/۱-۳۰ (ابواب الطہارۃ)
۳۹- الترمذی، ۲۹۰/۲ (ابواب النکاح) (طبع بیروت)
۴۰- الترمذی، ص ۲۰۳ (کتاب البیوع)
۴۱- الجامع الصحیح للامام مسلم، ۲۱۳/۴ (کتاب السلام)
۴۲- الجامع الصحیح للبخاری، ۸۵۰/۲ (کتاب الطب- باب الجذام)
۴۳- الترمذی، ۳۱۲ (ابواب القدر)
۴۴- الجامع الصحیح للبخاری، ۲۵۹/۲ (کتاب الطب)
۴۵- بخاری ۳۲۹/۱ (کتاب اللقطۃ)
۴۶- الجامع الصحیح للبخاری، ۸۵۹/۲ (کتاب الطب)
۴۷- الجامع الصحیح للامام مسلم، ۳۶/۷ (کتاب الجنائز) (طبع مصر)
۴۸- ابوداؤد، ۳۹/۱ (کتاب الطہارۃ)

۴۹۔ ابوداؤد، ۴/۳۰۹ (کتاب الصوم)

۵۰۔ الجامع الصحیح للامام مسلم، ۸/۱۳۳ (کتاب الحج)

۵۱۔ الجامع الصحیح للبخاری، ۸/۲۶۰ (طبع پاکستان) ومرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ، ۴/۲۳۳

۵۲۔ الترمذی، ۴/۵۰ (ابواب الحدود) (طبع بیروت)

۵۳۔ الترمذی، ۴/۵۰ (ابواب الحدود)

۵۴۔ نیل الاوطار للشوکانی، ۷/۹۶

۵۵۔ تدریب الراوی، ۸/۱۷۹

۵۶۔ الترمذی، ص ۳۶ (طبع پاکستان) (ابواب الطہارۃ)

۵۶۔ (الف) قواعد التحدیث للقاسمی، ص ۱۳

۵۶۔ (ب) تدریب الروای، ۸/۲۹۸-۲۹۹

۵۷۔ الجامع الصحیح للبخاری، ۸/۵۳ (کتاب الصلوۃ)

۵۸۔ الجامع الصحیح للبخاری ۸/۴۴ (کتاب الحیض)

۵۹۔ الجامع الصحیح للبخاری، ۸/۲۸۵ (کتاب البیوع)

۶۰۔ تدریب الراوی، ۸/۲۱۹-۲۲۰

۶۱۔ الجامع الصحیح للامام مسلم، ۱۰/۱۸۳ (کتاب البیوع) (طبع مصر)

۶۲۔ معرفۃ علوم الحدیث للحاکم، ص ۳۶

۶۳۔ معرفۃ علوم الحدیث للحاکم، ص ۳۶، تدریب الراوی، ۸/۲۹۵

۶۴۔ معرفۃ علوم الحدیث للحاکم، ص ۳۶

۶۵۔ الجامع الصحیح للبخاری، ۸/۲

۶۶۔ معرفۃ علوم الحدیث للحاکم، ص ۱۳۰

۔ ابن ماجہ، ص ۱۹۹ (کتاب الجہاد)

۶۸۔ الجامع الصحیح للامام مسلم، ۱۶/۱۳۲ (کتاب البر)

۶۹۔ مرعاۃ المفاتیح ۸/۲۳۶ (باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

۷۰۔ ابن ماجہ، ص ۲۵ (کتاب الطہارۃ)

۷۱۔ مسند احمد، ۵/۴۴۷

۷۲۔ الجامع الصحیح للبخاری، ۲/ ۷۸۴ (کتاب النکاح۔ باب العزل)

۷۳۔ الجامع الصحیح للبخاری، ۱/ ۱۳۳ (کتاب العیدین)

۷۴۔ ابن ماجہ، ص ۳۶ (ابواب الطہارۃ)

۷۵۔ ابن ماجہ، ص ۱۱۹ (ابواب ماجاء فی الصیام)

۷۶۔ الجامع الصحیح للبخاری، ۱/ ۲۴ (کتاب العلم)

۷۶۔ (الف) الجامع الصحیح للبخاری، ۲/ ۹۹۸ (کتاب الفرائض)

۷۷۔ الجامع الصحیح للبخاری، ۱/ ۴۹ (کتاب التیمم)

۷۸۔ الجامع الصحیح للبخاری، ۱/ ۹۱ (کتاب الاذان)

۷۹۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی، ۲/ ۹۶

۸۰۔ تدریب الراوی، ۱/ ۲۸۳

۸۱۔ تیسیر مصطلح الحدیث للطحان، ص ۹۰

۸۲۔ تدریب الراوی، ۱/ ۲۸۴

۸۳۔ تدریب الراوی، ۱/ ۲۸۵-۲۸۶

۸۴۔ تدریب الراوی، ۱/ ۲۸۶

۸۵۔ تدریب الراوی، ۱/ ۲۸۶

۸۶۔ میزان الاعتدال، ۳/ ۲۶۸

۸۷۔ شرح نخبۃ الفکر، ص ۴۷

۸۸۔ تدریب الراوی، ۱/ ۲۴۰

۸۹۔ تدریب الراوی، ۱/ ۲۵۴

۹۰۔ تدریب الراوی، ۱/ ۲۵۴

۹۱۔ تدریب الراوی، ۱/ ۲۵۴

۹۲۔ ابن ماجہ، ۱/ ۴۲۲ (باب قیام اللیل)

۹۳۔ الجامع الصحیح للبخاری، ۱/ ۲۸ (کتاب الوضوء۔ غسل الرجلین)

۹۴۔ الجامع الصحیح للبخاری، ۱/ ۲ (کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ)

۹۵۔ تدریب الراوی، ۱/ ۲۹۱

۹۶۔ الجامع الصحیح للبخاری، ۱/۹۱ (کتاب الاذان - باب من جلس فی المسجد)

۹۷۔ الجامع الصحیح للامام مسلم ۱/۳۲۲ (کتاب الجنائز)

۹۸۔ الترمذی، ۱۸۳/۱ (کتاب التفسیر)

۹۹۔ الترمذی، ۸۰/۲ (ابواب الزکوۃ)

۱۰۰۔ ابن ماجہ، ۱/۲۸۸ (کتاب الزکوۃ)

۱۰۱۔ علل الحدیث للابن ابی حاتم، ۱/۲۵۳